ماہنامہ

انصار اللہ

مَاجِئْتُ مِنْ غَيْرِ الضَّرُوْرَةِ عَابِثًا
قَدْ جِئْتُ مِثْلَ الْمُزْنِ فِي الرَّمْضَاءِ

عَيْنٌ جَرَتْ لِعِطَاشِ قَوْمٍ أُضْجِرُوْا
اَوْ مَاءُ نَقْعٍ طَافِحٍ لِظِمَاءِ

(انجامِ آتھم)

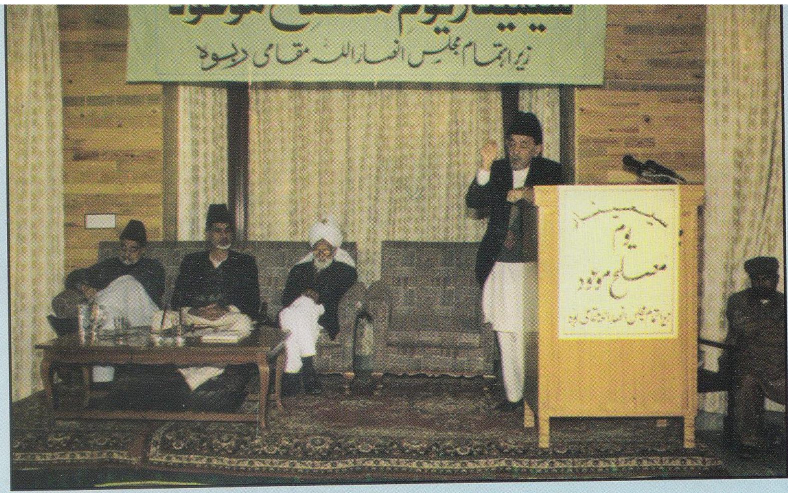
(ترجمہ) میں بے ضرورت اور بے مقصد نہیں آیا بلکہ میں تپتی ہوئی زمین پر بارش برسانے والے بادل کی طرح آیا ہوں۔ پیاس کے مارے بے چین لوگوں کے لئے ایک چشمہ جاری ہو گیا اور پیاسوں کے لئے بہت سا صاف پانی جاری ہو گیا ہے۔

ایڈیٹر

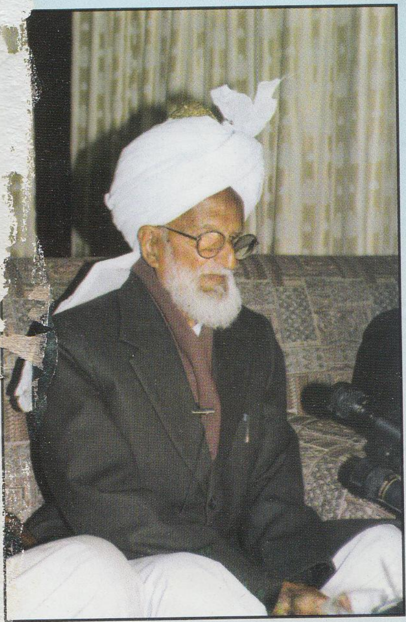
نصر اللہ خاں ناصر

امان ۱۳۸۲ھش

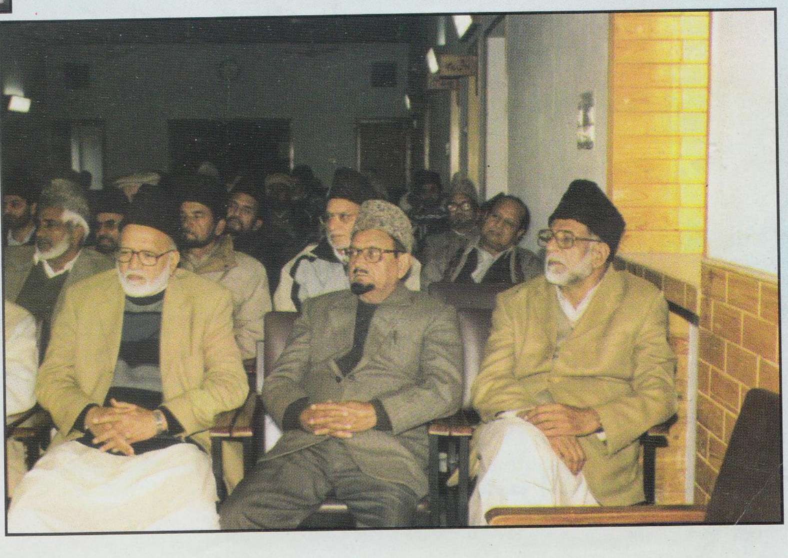
مارچ ۲۰۰۳ء



محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ''حضرت مصلح موعود کی یادیں''
کے موضوع پر خطاب فرمارہے ہیں۔



حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا کا خطاب ''یاد مصلح موعود''



سمینار یوم مصلح موعود میں سامعین حضرات

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

امان ۱۳۸۲ ہش - مارچ ۲۰۰۳ء

جلد نمبر ---------------------- ۴۴

شمارہ نمبر ------------------------ ۳

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ، محمود احمد اشرف

اس شمارہ میں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
ڈیزائن و کمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ: ---------------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ: ---------------- دس روپے

اداریہ

''مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے''

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی ابتداء سے ہی دنیا کے مشاغل سے پاک تھی۔ گوشۂ تنہائی میں عبادات اور ذکر الٰہی میں مصروفیت آپ کا معمول تھا۔ آپ کے شب و روز دینی کاموں اور ہمدردی بنی نوع انسان میں گزرتے۔ آپ کے والد ماجد کی وفات پر ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' کے پرشوکت الہام الٰہی نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور پھر کبھی کوئی فکر لاحق نہ ہوئی۔

اپنوں اور پرائیوں کی نظروں میں بے حیثیت، دوستوں رشتہ داروں اور قادیان میں بسنے والوں کی نگاہوں میں مستور۔ کسی کی جان پہچان نہ تھی۔ اور جب خدا نے آپ کو منصب ماموریت پر فائز کیا تو سب مخالف طاقتیں مجتمع ہوگئیں اور سبھی اس الٰہی سلسلہ کو نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مگر یہ سلسلہ خدا کا قائم کردہ تھا۔ اس نے بارہا آپ کو خبر دی کہ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا یہ بیج بڑھے گا پھولے گا اور پھلے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

معاندین نے نت نئے حربے اختیار کئے مگر آپ کو ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' کی پُرشوکت آواز آپ کی کفالت اور فتح و کامرانی کی نوید تھی۔ پھر خدائے ذوالجلال کے وعدوں پر آپ کا یہ اعلان تھا۔

> ''میں اُس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اُس نے ایمانی جوش (دینِ حق) کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام اُمیدیں قطع کر چکا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری اُمیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اُس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دُکھ اٹھا کر بھی اُس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور (دینی) مہمات کو بشوق وصدق تمام تر انجام دوں۔ اِس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رُک نہیں سکتا۔''
> (آئینہ کمالاتِ اسلام)

جماعت احمدیہ کے قیام کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر مخالفین کے حربوں کے باوجود الٰہی سلسلہ خدا کی حفاظت و کفالت میں ہے حضرت اقدس کے سچے محبوں اور جاں نثاروں کا ہر قدم ترقی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی علمی اخلاقی روحانی معاملات پر اپنے مخالفین پر سبقت لے جا رہے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کا اعلان صادق ٹھہرا کہ:۔

''وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔''

امام الکلام

''بیعت کی حقیقت''

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بیعت کی حقیقت اور تقاضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

''واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو- پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے "انی احافظ کلّ من فی الدار" یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اُس کو بچاؤں گا- اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں- پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے- نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اُس کا بیٹا- وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے- وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دُور ہے- اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں- انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے .... یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے- اس پر ایمان لاؤ- اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو- اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ- دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اُس کی جماعت لکھے جاؤ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اُس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اُس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اُس کی خواہشیں ہو جائیں- اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے- اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہو گا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے- کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اُس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضاو قدر پر ناراض نہ ہو- سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُس کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو- اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو- غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ-''

(کشتی نوح- روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰-۱۱)

کلام الامام

سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات کے اثرات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..... حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''..........حضرت مسیح موعود نے اپنی تعلیم کی بنیاد خالص مذہب پر رکھی ہے- اور رائج الوقت خیالات پر ان کی بنیاد نہیں رکھی- پس آپ حقیقی معنوں میں مصلح تھے نہ کہ زمانہ کے منہ میں نَے کی مانند- کہ جو کچھ وہ بجانا چاہتا تھا آپ نے اس کو بلند آواز سے کہہ دیا- آپ نے زمانہ کی دونوں موجوں کا مقابلہ کیا- مذہبی آزادی کا بھی اور تمدنی غلامی کا بھی- آپ نے نہ تو عبادات میں کمی کی نہ ان کو اڑایا- بلکہ آپ نے (دین) کے قدیم حکم کی طرف دنیا کو توجہ دلائی اور عبادات کی حقیقت کو لوگوں پر ظاہر کیا- اور ان کے دلوں میں عبادات کا سچا جوش پیدا کر کے خدا تعالیٰ سے ان کے تعلق کو مضبوط کیا- نہ صرف فرض نمازوں کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی بلکہ نوافل پر کاربند ہونے کی بھی رغبت دلائی- کیونکہ عبادات چٹی نہیں بلکہ ترقیات روحانی کا ذریعہ ہیں..........تمدنی غلامی سے بھی آپ نے لوگوں کو چھڑایا اور اس بھیڑ چال کی غلطی ان پر ظاہر کی جس میں وہ مبتلا تھے- (دینی) تمدنی تعلیم کی خوبی کو ظاہر کیا- سود کی برائی کو ظاہر کیا- پردہ کی خوبیوں کو واضح کیا- کثرت ازدواج کی ضرورت کو ثابت کیا- طلاق کی اہمیت کو بیان کیا- غرض وہ مسائل جن کے متعلق لوگ زمانہ کی رَو کو دیکھ کر بول نہیں سکتے تھے- ان کے متعلق علی الاعلان (دینی) تعلیم کو پیش کیا اور زمانہ کے خیالات کی پروانہ کی.......... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم کا جو آپ نے زمانہ کی رَو کے خلاف دی یہ اثر ہوا کہ لاکھوں آدمی جو زمانہ کی رَو میں بہے جاتے تھے- ان کو ہوش آ گئی اور وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے سوچا اور (دینی) تعلیم کو سب تعلیموں سے افضل پایا- وہ لوگ جو پہلے دہریت اور مادہ پرستی کا شکار تھے جو خدا تعالیٰ کی عبادت تو کیا کرنی تھی اس کے وجود کے ہی منکر ہو رہے تھے ان کو آپ نے تہجد گزار اور ذاکر بنا دیا- ان کے دماغ مغربی تعلیم سے روشن ہیں اور ان کے فکر جدید افکار پر محتوی- مگر ان کے دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہیں اور ان کے ماتھے خدا تعالیٰ کے حضور میں جھکے رہتے ہیں رات اور دن وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرتے ہیں اور باوجود اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے وہ دین کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں-

تمدن کی غلامی سے بھی آپ نے بہت سے لوگوں کو چھڑا کر عقل کے حریت خیز میدان میں لا کھڑا کیا ہے- باوجود زمانہ کی مخالفت کے آپ کی جماعت تمدنی اصلاح میں مشغول ہے اور اس کی عمارت کو طلب فرحت اور عیاشی کی بنیادوں سے ہٹا کر اصلاح اور عفت اور اخلاق پر کھڑا کر رہی ہے-

(لیکچر احمدیت- انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۲)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

عربی منظوم کلام

اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَکَافِلُ اَمْرِنَا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْدَ فَنَاءِ

خدا ہمارا مولیٰ ہے اور ہمارے کام کا متکفل ہے اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی

لَوْلَا عِنَایَتُہٗ بِزَمَنِ تَطَلُّبِیْ کَادَتْ تُعَفِّیْنِیْ سُیُوْلُ بُکَائِیْ

اگر میری جستجوئے پیہم کے دور میں اس کی عنایت نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آہ وزاری کے سیلاب مجھے نابود کر دیتے

بُشْرٰی لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُوْنِسًا رَبًّا رَّحِیْمًا کَاشِفَ الْغَمَّاءِ

ہمارے لئے خوش خبری ہے کہ ہم نے مونس وغم خوار پالیا ہے جو ربّ ورحیم ہے اور غم ومصیبت کا دور کرنے والا ہے

اُعْطِیْتُ مِنْ اِلْفٍ مَعَارِفَ لُبَّھَا اُنْزِلْتُ مِنْ حِبٍّ بِدَارِ ضِیَاءِ

مجھے محبوب کی طرف سے معارف کا مغز عطاء کیا گیا ہے اور میں اپنے محبوب کی طرف سے روشنی کی جگہ میں اتارا گیا ہوں۔

غَلَبَتْ عَلٰی نَفْسِیْ مَحَبَّۃُ وَجْھِہٖ حَتّٰی رَمَیْتُ النَّفْسَ بِالْاِلْغَاءِ

میرے نفس پر اس کی ذات کی محبت غالب ہوئی یہاں تک کہ میں نے نفس کو بیکار کر کے نکال پھینکا۔

لَمَّا رَئَیْتُ النَّفْسَ سَدَّتْ مُھْجَتِیْ اَلْقَیْتُھَا کَالْمَیِّتِ فِی الْبَیْدَاءِ

اور جب میں نے دیکھا کہ نفس میری روح کی راہ میں روک ہے تو میں نے اسے اس طرح پھینک دیا جیسے کہ مردار بیابان میں

اَللّٰہُ کَھْفُ الْاَرْضِ وَالْخَضْرَاءِ رَبٌّ رَّحِیْمٌ مَّلْجَاءُ الْاَشْیَاءِ

اللہ ہی پناہ ہے زمین اور آسمان کی۔ وہ ربِّ رحیم ہے اور سب چیزوں کی جائے پناہ

بَرٌّ عَطُوْفٌ مَاْمَنُ الْغُرَمَاءِ ذُوْ رَحْمَۃٍ وَّ تَبَرُّعٍ وَّ عَطَاءِ

وہ حسن سلوک کرنے والا مہربان، مصیبت زدوں کے لئے جائے امن ہے۔ وہ رحمت واحسان اور بخشش والا ہے۔

(انجامِ آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۷-۲۶۶)

فارسی منظوم کلام

قربان تُست جانِ مَن اَے یارِ محسنم　　بامَن کُدام فرق تُو کردی کہ مَن کُنم

اے میرے محسن دوست میری جان تجھ پر قربان ہے تو نے مجھ سے کون سا فرق کیا ہے کہ میں تجھ سے کروں

ہر مطلب و مراد کہ میخواستم زِغیب　　ہر آرزو کہ بود بخاطر معیّنم

ہر مراد اور مدعا جو میں نے غیب سے طلب کیا اور ہر خواہش جو میرے دل میں تھی

از جُود دادہٗ ہمہ آں مدّعائے مَن　　واز لطف کردہٗ گزرِ خود بمسکنم

تو نے اپنی مہربانی سے میری وہ مرادیں پوری کر دیں اور مہربانی فرما کر تو میرے گھر تشریف لایا

ہیچ آگہی نبود زِ عشق و وفا مرا　　خود ریختی متاعِ محبّت بدامنم

مجھے عشق و وفا کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ تو نے ہی خود محبت کی پونجی میرے دامن میں ڈال دی۔

ایں خاکِ تیرہ را تُو خود اکسیر کردہٗ　　بود آں جمالِ تُو کہ نمود است اَحسنم

اس سیاہ مٹی کو تو نے خود اکسیر بنا دیا وہ صرف تیرا ہی جمال ہے جو مجھے اچھا لگا

صد منّتِ تو ہست بریں مشتِ خاکِ مَن　　جانم رہینِ لطفِ عمیمِ تُو ہم تنم!

میرے اس وجود پر جو خاک کی ایک مٹھی ہے تیرے سینکڑوں احسان ہیں میری جان بھی تیری عالمگیر مہربانیوں کی ممنون ہے اور میرا جسم بھی

زاں ساں عنایتِ ازلی شد قریبِ مَن　　کآمد ندائے یار زِ ہر کُوئے و برزنم

اس کی دائمی عنایت اس قدر میرے قریب ہوگئی کہ دوست کی آواز میرے ہر گلی کوچہ سے آنے لگی۔

در کُوئے تُو اگر سرِ عشاق را زنند　　اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند مَنم!

اگر تیرے کوچہ میں عاشقوں کے سر اُتارے جائیں تو سب سے پہلے جو عشق کا دعویٰ کرے گا وہ میں ہوں گا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۸)

حسن کارکردگی مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۲۰۰۲ء/ ۱۳۸۱ ہش میں زعمائے اعلیٰ اور زعماء مقامی مجالس انصار اللہ پاکستان میں حُسنِ کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کی حقدار اور پہلی دس مجالس کی فہرست حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوائی گئی تھی۔ جسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین۔

۱۔ مجلس انصار اللہ ٹاؤن شپ لاہور	اول اور علم انعامی کی حقدار	۲۔ مجلس انصار اللہ دار السلام لاہور۔	دوم
۳۔ مجلس انصار اللہ بیت النور لاہور۔	سوم	۴۔ مجلس انصار اللہ مغلپورہ لاہور۔	چہارم
۵۔ مجلس انصار اللہ دار الذکر فیصل آباد۔	پنجم	۶۔ مجلس انصار اللہ گلشن جامی کراچی۔	ششم
۷۔ مجلس انصار اللہ ڈرگ روڈ کراچی۔	ہفتم	۸۔ مجلس انصار اللہ ڈرگ کالونی کراچی۔	ہشتم
۹۔ مجلس انصار اللہ ربوہ۔	نہم	۱۰۔ مجلس انصار اللہ محمود آباد کراچی۔	دہم

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان۔ ربوہ)

حسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۲۰۰۲ء/ ۱۳۸۱ ہش میں ناظمین مجالس انصار اللہ پاکستان میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع اسنادِ خوشنودی کے حق دار قرار پائے۔ ان کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے جو حضور نے منظور فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین۔

۱	نظامت ضلع اسلام آباد	اول	ناظم ضلع مکرم چوہدری عبد الواحد ورک صاحب
۲۔	نظامت ضلع لاہور	دوم	ناظم ضلع مکرم طاہر احمد ملک صاحب
۳۔	نظامت ضلع کراچی	دوم	ناظم ضلع مکرم قریشی محمود احمد صاحب
۴۔	نظامت ضلع راولپنڈی	سوم	ناظم ضلع مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان۔ ربوہ)

نصاب مرکزی امتحانات سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۳ء)

(۱) قرآن کریم پارہ ۲۷ نصف اول (۲) کتاب ''الحق مباحثہ دہلی'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۳) کتاب ''مجمع البحرین'' فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء ویمبلے ہال لندن

(قیادت تعلیم)

اسوۂ حسنہ

لیا ظلم کا عفو سے انتقام عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے عفو و رحمت کا سلوک

(۴)

از: نصراللہ خاں ناصر (ایڈیٹر)

کسی بھی مامور من اللہ اور اس کی جماعت کی کمزوری کا زمانہ صبر وتحمل اور استقامت و دعا کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ ایسے دور میں مخالف ومعاند سے عفو کا سلوک بے معنی سی بات ہے۔ حسن وخوبی تو یہ ہے کہ جب انہیں طاقت حاصل ہو وہ مقتدر حیثیت رکھتے ہوں کہ اپنے مخالفین سے بدلہ لینے کی طاقت۔ تو وہ عفو و درگزر سے کام لیں اس وقت دریائے رحمت انتقام کے خس وخاشاک کو بہالے جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ایک چھوٹی سی جماعت تھی جس سے الٰہی سلسلہ کی بنیاد پڑی۔ ایک مقدس خاتون، ایک گیارہ سالہ بچہ، ایک آزاد کردہ غلام مگر بے وطن، ایک ہم عمر دوست اس عظیم مامور من اللہ کا قافلہ تھا۔ یہ چھوٹا سا گروہ جو لوگوں کی نظروں میں کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا، جو دنیا میں آسمانی نور سے کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے نکلا۔ لوگوں نے باتیں سنیں تو قہقہے لگائے۔ تحقیر و تذلیل کے سب حربے استعمال کئے۔ رؤساء قریش اپنے آباؤ اجداد کے رسمی خیالات وعقائد کے خلاف دین حق کی تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے تاہم غلاموں نوجوانوں مظلوم لوگوں کا یہ گروہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گرد جمع ہو گیا۔ آپؐ کی آواز میں عورتیں اپنے حقوق کی دادرسی دیکھ رہی تھیں۔ غلام اپنی آزادی کی نوید سن رہے تھے۔ اور نوجوان بڑی بڑی امیدوں اور حیرت انگیز ترقیوں کے راستے کھلتے دیکھ رہے تھے۔

مظلومیت کی انتہاء: جب قریش مکہ کے تحقیر واستہزاء کے حربے ناکام ٹھہرے تو رؤساء مکہ نے مشورے کئے، منصوبے باندھے اور ظلم و تعدی اور جبر وتشدد اور بائیکاٹ کے فیصلے کئے اس طرح اہل مکہ سنجیدگی سے اہل ایمان سے ٹکرانے لگے اب انہیں اس مجنون کا دعویٰ ترقی پانے والی حقیقت نظر آنے لگا جو مکہ کی سیاست، تمدن اور فرسودہ رسوم وعقائد کے لئے خطرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دلیل کا جواب اذیت ناک ظلموں اور اپنی بے نیام تلواروں سے دینے لگے۔ حق و باطل کی اس رزم گاہ میں شیطان کے لشکروں نے فرشتہ سیرت انسانوں پر ہلہ بول دیا۔ عورتیں نہایت بے شرمانہ طریقوں سے قتل کی گئیں مردوں کے جسموں کو دو لخت کیا گیا غلاموں کو تپتی ریت اور گرم پتھروں پر گھسیٹا گیا یہاں تک کہ ان کے جسم حیوانی چمڑے کی مانند نظر آنے لگے۔ مالک اپنی بھٹی سے کوئلے نکال کر ان پر غلام کو لٹاتے اور انہیں ایمان لانے کی سزا دیتے۔ یہ جلے ہوئے جسم بھی ترقی اور فتوحات کے اس دور میں موجود تھے اور وہ بھی تھے جنہیں محبت رسولؐ کے جرم میں تلوار سے گھائل کیا گیا اور نیم جان کو درخت کے ساتھ لٹکایا گیا۔ مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ اور آل

یاسر پر کیا کیا مظالم چشم فلک نے نہ دیکھے۔ حضرت بلالؓ تو کفار کے تشدد سے بے ہوش ہو جایا کرتے مگر جب ہوش میں آتے تو زبان پر اَحدٌ احدٌ کے الفاظ ہوتے۔

حضرت صہیبؓ مالدار تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد وہ بھی ہجرت کرنے لگے تو کفار نے ان کو اپنی کمائی ہوئی دولت لے جانے سے بھی روک دیا۔ چنانچہ وہ اپنی ساری دولت مکہ والوں کو دے کر مدینہ چلے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا صہیب! تمہارا یہ سودا پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔

حضرت عمارؓ کو سخت مارا پیٹا جاتا اور یہ تشدد اس قدر ہوتا کہ ان کے منہ میں نازیبا کلمات کہلوائے جاتے ان کے والد حضرت یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیہؓ کو بھی انتہائی دکھ دیئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکلیفوں کو دیکھا تو دل درد سے بھر آیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ صَبْراً اٰلِ یَاسِرَ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃِ کہ اے آل یاسر صبر سے کام لو خدا نے تمہارے لئے جنت تیار کر چھوڑی ہے۔ یاسرؓ مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت سمیہؓ پر ظلم جاری رہا ابوجہل نے ایک دن غصہ میں آکر ان کی ران میں نیزہ مارا جو ران کو چیرتا ہوا پیٹ میں گھس گیا اور انہوں نے بھی تڑپ تڑپ کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت زنیرہؓ بھی ایک لونڈی تھی ابوجہل نے اسے اس قدر مارا کہ اس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ ابوفکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے وہ انہیں لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیتے۔

آزاد مردوں پر بھی کوئی کم ظلم نہ ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ مالدار تھے۔ ان کو حکم نامی نے رسیوں سے باندھ کر خوب پیٹا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام کو ان کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتا جس سے ان کا سانس رک جاتا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بھی ان ظالموں کے تشدد سے نہ بچ سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی کفار کی اذیتوں سے محفوظ نہ تھی۔ گلے میں پٹکا ڈال کر دبانا۔ نماز ادا کرتے ہوئے پیٹھ پر اونٹ کی اوجھری ڈالنا۔ بازار میں اوباشوں کا تھپڑ مارنا۔ راکھ اور گند پھینکنا، گندی گالیاں دینا اور مذمّم کہہ کر پکارنا۔ شعب ابو طالب میں تین سال تک آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو محصور رکھنا اور بائیکاٹ کرنا۔ طائف والوں کا پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کرنا یہ وہ سب مظالم ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں نے صبر و تحمل کا نمونہ دکھایا اور قابل رشک ایمان واستقامت کا مظاہرہ کیا۔

آتش جنگ اور اُسوۂ رسول: جب حبشہ اور یثرب کی طرف ہجرت سے بھی کفار کی آتشِ انتقام سرد نہ ہوئی تو مدینہ کے گرد ونواح میں کفار کے تجارتی قافلوں نے فتنہ وفساد اور لوٹ مار کو جاری رکھا۔ مظالم کی یہ لمبی داستان ہے مگر بالآخر اللہ کی سرزمین میں امن قائم رکھنے کی خاطر اہل اسلام کی طرف سے مدافعانہ جنگ کا آغاز ہوا۔

○ ہجرت رسولؐ کے بعد کفار مکہ کی طرف سے از سرنو شرارتوں کا آغاز ان کے جذبہ انتقام کو سرد نہ کر سکا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ جو اوس قبیلہ کے سردار تھے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے گئے ابوجہل نے دیکھ کر بڑے غصہ سے کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو

کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دے کر تم امن سے طواف کر سکو گے۔ اگر صفوان تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تُو بچ کر اپنے گھر والوں کے پاس نہ جا سکتا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے کہا واللہ! اگر تم نے ہمیں طواف کعبہ سے روکا تو پھر تمہیں بھی تمہارے تجارتی راستوں پر امن نہ ملے گا۔

○ رئیس مکہ ولید بن مغیرہ کا اپنی وفات پر غمی کے جذبات کا اظہار کہ مکہ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قابض ہو جائیں گے اور ابوسفیان کا عہد کہ اس کے جیتے جی ایسا نہ ہوگا۔ عمائدین مکہ کا بستر مرگ پر عہد اور قسمیں لینا کہ محمد رسول اللہ کی مخالفت کی جائے گی۔ مکہ والے اور حلیف قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کریں گے مدینہ کے مَردوں کو ماریں گے اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔ یہ باتیں نشاندہی کر رہی تھیں کہ کفارِ مکہ حق کو مٹانے کے لئے کیسے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

ان حالات میں کیسے ممکن تھا کہ بانیٔ اسلام مدینہ میں اطمینان سے بیٹھے رہیں چنانچہ آپ نے یہ حکمت عملی اپنائی کہ مدینہ کے ماحول کا جائزہ لیا جایا کرے۔ مکہ کے تجارتی قافلے ہتھیاروں سے مسلح گزرتے تھے اور اپنے راستہ سے ہٹ کر شرارتیں کرتے۔ جس کا نوٹس لینے کے لئے صحابہ مامور کئے جاتے رہے۔ ابتدأً تو ان شرارتوں کے خلاف صبر و تحمل اختیار کیا گیا مگر مکہ والوں نے مدینہ کے ارد گرد قبائل کو بھڑکایا اور اپنے اصل راستے کو چھوڑ کر مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل کو اہل مدینہ کے خلاف اکسانا شروع کیا اور موقع پا کر لوٹ مار بھی کی جانے لگی۔ تو ایسے حالات میں ضروری تھا کہ ان تجارتی قافلوں کی کڑی نگرانی کی جاتی اور انہیں سرزنش کی جاتی۔ یہی وہ بڑا سبب تھا کہ کفار مکہ نے اہل مدینہ کے خلاف جنگ کی ٹھانی۔ جس پر مومنوں کو اذنِ الٰہی سے بدر کے میدان میں اترنا پڑا۔ ان جنگوں کا ایک سبب مظلومیت کا وہ لمبا دور بھی تھا جسے دُور کر کے امن و سلامتی کا قیام مقصود تھا۔

○ رحمت دو عالم نے امن و سلامتی کے قیام کے لئے مدافعانہ جنگیں تو کیں مگر ان جنگوں کے موقعہ پر بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱) جنگ میں کفار کے مقتولین کے مُثلہ کی اجازت نہ دی اور لاشوں کے احترام کا حکم دیا (۲) جنگ میں دھوکہ بازی اور بدعہدی سے روکا (۳) بچوں اور عورتوں کو مارنے سے منع کیا (۴) مذہبی راہنماؤں کے قتل سے روکا (۴) دشمن کے علاقہ میں خوف اور دہشت پیدا کرنے سے منع کیا (۵) عوام الناس پر سختی سے روکا (۶) دشمن کے چہرے پر زخم لگانے سے روکا (۹) گرفتار قیدی اگر رشتہ دار ہوں تو انہیں قید کے دوران جدا نہ کرنے کا حکم دیا (۷) غیر قوموں کے سفیروں کا ادب و احترام اور ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کی ہدایت کی (۸) اگر کوئی جنگی قیدی پر سختی کر بیٹھے تو اسے بلا معاوضہ آزاد کرنے کا حکم دیا (۹) قیدیوں کے آرام کا زیادہ خیال رکھنے اور (۱۰) قیدیوں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے جیسا دینے کی ہدایات دیں۔　(خلاصہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، موطا امام مالک)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُسن اخلاق ہی تھا کہ حضرت حمزہؓ کا غزوہ احد میں مثلہ کئے جانے اور لاش کی بے حرمتی کے باوجود جب ایسا ہی ایک موقع غزوہ خندق میں آیا اور کفار کے رئیس نوفل کے قتل کے بعد ان کے لواحقین کو خدشہ ہوا کہ لاش کی بے حرمتی نہ ہو تو لاش کا معاوضہ دس ہزار درہم دینے پر آمادہ ہوئے۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا ''یہ لاش ہمارے کس کام کی اسے اٹھا کر لے جاؤ۔''

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد تیئیس سال زندہ رہے اس میں تیرہ سال کا عرصہ تو نہایت مظلومیت کا تھا - دس سال مدنی زندگی ایک فرمانروا کی حیثیت سے تھے - جب مخالفین سے جنگیں بھی ہوئیں یہود اور منافقین بھی سازشیں کرتے رہے کل بیاسی غزوات وسرایا وقوع میں آئے مگر ہزاروں قیدیوں کو آپ کے عفو وکرم سے آزاد کر دیا گیا - صرف پچیس کو سزا دی جاتی تھی جو دراصل جنگی مجرم تھے - بارہ مجرموں کو معاف کر دیا گیا اور باقی جن کو سزا دی گئی خود ان کے رواجی اور تمدنی قانون کے تحت خود انہی کی تجویز کردہ طریق پر سزا دی گئی -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو ورحمت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کے ساتھ جو انتہا درجہ کا ظلم روا رکھا گیا اور پھر ان عباد الرحمٰن کو دنیا سے نابود کرنے کے لئے جنگوں کا طویل سلسلہ شروع کیا گیا اس کی سزا دنیا کے دساتیر اور قوانین میں یقیناً ان کی بڑی سخت تھی اور وہ کسی رعایت کے مستحق نہ تھے اور نہ کسی عفو ودرگزر کی ان کے لئے گنجائش تھی مگر آپؐ رحیم وکریم تھے اور رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازے گئے تھے - اس لئے آپ نے نہایت عالی ظرفی سے رحمت وشفقت کے ساتھ عفو عام کا اعلان کیا اور ان سے ایک حسین انتقام لیا -

- دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ تھا جب خون کے پیاسے آپ کی آنکھوں کے سامنے تھے اور ایک اشارے سے وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکتے تھے - مگر آپ نے یہ کہہ کر ان سب کو چھوڑ دیا -

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ کہ تم پر آج کوئی سرزنش اور ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو!

- وحشی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل تھا وہ بھاگ کر طائف چلا گیا طائف نے بھی اسے پناہ نہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو اور حسن سلوک کی خبر سن کر قبول حق کے ساتھ اس دامنِ رحمت سے وابستہ ہو گیا اسے صرف اس قدر فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرو تمہارے سامنے آنے سے مجھے چچا کی یاد آتی ہے -
- ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کیا تھا اور دل نکال کر اپنے بغض کا مظاہرہ کیا تھا - فتح مکہ کے دن چپکے سے خواتین میں آئی اور قبولِ حق کے ساتھ امان میں آ گئی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اظہار حق کے کلمات سے پہچان لیا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا -
- سب سے بڑا دشمن رسولؐ ابوجہل تھا اس کے بیٹے عکرمہ بھی سخت ترین دشمن تھے فتح مکہ کے وقت بھاگ کر یمن چلے گئے - (ایک روایت کے مطابق وہ حبشہ کی طرف جا رہے تھے) ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی وہ پیچھے گئیں اور عکرمہ کو تسلی دی اور ان کو مسلمان کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے آپ کی زبان مبارک پر الفاظ تھے - مَرْحَباً بِالرَّاکِبِ الْمُھَاجِرِ (مشکوۃ کتاب الادب) کہ اے ہجرت کرنے والے سوار تمہارا آنا مبارک ہو -

حضرت عکرمہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں شامل ہو کر جنگ موتہ میں شہید ہونا حضور کی اس خواب کا پورا ہونا تھا کہ ابوجہل کے لئے مگر حقیقتاً حضرت عکرمہؓ کے لئے جنت کے انگور کا خوشہ لایا گیا تھا -

- صفوان بن امیہ اسلام کا شدید ترین دشمن رؤسائے کفر میں سے تھا اس نے حضرت عمیرؓ بن وہب کو انعام کا لالچ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر مامور کیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو صفوان خوف زدہ ہو کر جدّہ بھاگ گئے اور ارادہ تھا کہ یمن چلے جائیں۔ حضرت عمیرؓ بن وہب نے اس کے لئے امان کی درخواست کی اور اس کے لئے کوئی نشانی مانگی اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امان کی نشانی کے طور پر عمامہ مبارک عنایت فرمایا۔ جس کو لے کر حضرت عمیرؓ صفوان کے پاس پہنچے جب اسے آنحضرتؐ کے حلم وعفو کی خبر دی اور اسے واپس لے آئے تو صفوان نے امان ملنے کی تصدیق کی۔ صفوان نے دو ماہ کی مہلت مانگی آنحضرتؐ نے چار مہینے کی مہلت دی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ (سیرت ابن ہشام)

- ہبار بن الاسود بھی قتل کا مجرم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اور ہجرت کے لئے مدینہ جارہی تھیں کفار نے مزاحمت کی اور ہبار نے ان کو اونٹنی سے گرا دیا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی وہ اور جرائم کا مرتکب تھا۔ وہ بھی مکہ سے بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا جب آنحضرتؐ کے عفو وحلم کا پتہ چلا تو اپنے قصور اور جہالت کا اعتراف کیا اور اسلام قبول کر لیا (ابن اسحاق ذکر ہبارؓ)

- حضرت ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباسؓ کے ہاتھ لگے تو وہ انہیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے آپؐ نے نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ فرمایا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا۔ اسے بھی امان دی جائے گی۔ اسی طرح اس کے گھر کو بھی امن وسلامتی کا مقام بنا دیا گیا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

- قبیلہ بنو حنیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سرکش رہا۔ مسیلمہ اسی قبیلہ سے تھا جس نے دعویٰ نبوت کیا۔ یمامہ کے رئیس ثمامہ بن آثال جاسوسی کے جرم میں پکڑے گئے اور انہیں مدینہ لایا گیا انہیں مسجد کے ایک ستون سے باندھا گیا۔ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لائے تو دریافت کیا۔ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک مجرم (خونی) کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان کرو گے اور اگر فدیہ چاہتے ہو تو میں دوں گا۔ یہ سن کر حضورؐ خاموش رہے دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی گفتگو ہوئی تیسرے دن آپؐ نے حکم دیا کہ ثمامہ کی رسی کھول دو۔ چنانچہ ثمامہ کی رسی کھول دی گئی تو اس پر اس خلافِ توقع لطف وکرم کا یہ اثر ہوا کہ اس نے ایک قریب درخت کی اوٹ میں غسل کیا اور واپس آ کر مسلمان ہو گیا۔ ثمامہ کا قبول حق ایک جرم کے بالمقابل رحیمانہ سلوک تھا جس سے اس نے صداقت کو اختیار کیا۔ (سیرت النبیؐ شبلی جلد دوم)

- قریش مکہ کے جفا وستم کی انتہاء شعب ابی طالب میں اہل ایمان کی محصوری اور بائیکاٹ تھا۔ وہ غلہ یا کھانے پینے کی کوئی چیز شعب میں نہ جانے دیتے تھے۔ بچے بھوک سے تڑپتے تھے اور قسی القلب قریش ان کی آوازیں سن کر ہنستے تھے۔ اس کے بالمقابل ہمارے آقا ومولیٰ رحمت عالمؐ نے قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا وہی یمامہ کے رئیس ثمامہؓ بن آثال جب اسلام قبول کر کے مکہ گئے تو قریش نے انہیں تبدیلی مذہب کا طعنہ دیا انہوں نے غصہ سے کہا کہ خدا کی قسم! اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر تمہیں کچھ نہ ملے گا۔ پھر جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو قریش نے اس آستانہ رحمتؐ کی طرف رجوع کیا جس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا تھا۔ آنحضورؐ نے ثمامہؓ کو کہلا بھیجا اور مکہ والوں کو حسب سابق غلہ جانے لگا۔ (صحیح بخاری وسیرت ابن ہشام)

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ

ذکرِ حبیب

از: مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

(تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا سرسری سا مطالعہ کرنے والے بھی اس بات کی شہادت دیں گے کہ حضور کے اخلاق فاضلہ کا سب سے اہم، سب سے نمایاں اور سب سے روشن پہلو اپنے خالق و مالک، اپنے رب کے ساتھ محبت کا تعلق ہے۔ سیرت کے اسی پہلو کے بارے میں چند واقعات پیش ہیں:

محبتِ الٰہی

○ حضورؑ ابھی عمر میں بہت چھوٹے تھے اور ایسی عمر میں تھے جب بچوں کو صرف کھیل کود کا شوق ہوتا ہے۔ ان کی خواہشات بہت معمولی، وقتی اور سطحی ہوتی ہیں اور ان کی تمنائیں محسوس دنیا سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ بچپن کی اس عمر میں حضور کی خواہش کیا ہے؟ اور آپ کے دل میں کیا تمنائیں ہیں۔ اس کا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔ آپ کی ماموں زاد جو آپ سے بھی عمر میں چھوٹی تھیں اور جو بعد میں آپ کے نکاح میں آئیں۔ آپ انہیں فرمایا کرتے تھے۔

''دعا کرو خدا میرے نماز نصیب کرے''

ایک چھوٹی عمر کے بچے کے دل میں پلنے والی یہ تمنا بہت کم جوانوں بلکہ بوڑھوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس تمنا سے جہاں حضور کا نماز پڑھنے کے لئے شوق اور لگن ظاہر ہوتی ہے وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ بچپن کی عمر سے ہی آپ دعاؤں کی قبولیت پر یقین رکھتے تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے، اس سے پیار کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی راستہ نہیں اور دعا سے بڑھ کر کوئی طریق نہیں!

حضور کی جوانی کا آغاز ہے۔ مکتب کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور اب وہ وقت آیا ہے کہ حضور اپنی زندگی کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کریں اور زندگی بسر کرنے کے سامان کریں۔ ایسے میں آپ کے معمولات کیا ہیں۔ یہ واقعہ اس پر روشنی ڈالتا ہے۔

○ ایک معزز سکھ زمیندار جن کے حضرت مسیح موعودؑ کے گھرانہ سے خاندانی تعلقات ہیں روایت کرتے ہیں کہ ایک بڑے افسر نے ایک بار آپ کے والد صاحب سے پوچھا:

''سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا بیٹا بھی ہے۔ مگر ہم نے اسے کبھی دیکھا نہیں۔''

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:-

''ہاں! میرا ایک چھوٹا بیٹا تو ہے مگر وہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے- اگر اسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی کونہ میں جا کر دیکھ لیں- وہ تو 'مسیتڑ' ہے- مسجد میں ہی رہتا ہے اور دنیا سے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے-''

انہی ایام کی بات ہے اور غالباً اس سکھ زمیندار کا ہی واقعہ ہے وہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے ہیں- حضرت مرزا صاحب ان کے ذریعے حضور کو پیغام بھجواتے ہیں کہ: ''ایک بڑے افسر کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں- اس لئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تو میں اس کو کہہ کر بہت اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں-''

یہ پیغام ان معزز سکھ زمیندار کے ذریعے بھجوانے کا ایک مقصد غالباً حضرت والد صاحب کے مدِّنظر یہ بھی ہوگا کہ وہ بھی حضور کو تحریک کریں کہ یہ ایک اچھا موقعہ ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے- چنانچہ یہ دوست حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کو آپ کے والد صاحب کا پیغام پہنچا کر تحریک بھی کرتے ہیں کہ یہ موقعہ ہرگز ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے- حضور نے یہ پیغام سنا اور فرمایا:-

''حضرت والد صاحب سے عرض کر دیں کہ میں ان کی مہربانی، ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں- لیکن میری نوکری کی فکر نہ کریں- میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں''

وہ دوست حیرانی کی حالت میں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس واپس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے بچے نے تو یہ جواب دیا ہے کہ: ''میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں''

وہ حیران تھے اس لئے کہ وہ حضور کے اس جوابی پیغام کو سمجھنے سے قاصر تھے- مگر حضور کے والد صاحب اپنے بیٹے کے مزاج سے واقف تھے اور یوں بھی بہت نکتہ شناس فطرت رکھتے تھے- یہ جواب سن کر آپ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمانے لگے-

''اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں؟ تو پھر خیر ہے- اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا-''

اور پھر آپ بعد کی زندگی میں کبھی کبھی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے:-

''سچا راستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے- میں تو صرف ترحّم کے طور پر اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں- ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف- صحیح اور سچی بات تو یہی ہے- ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں-''

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور دنیا کے حالات پر نظر کر کے اکثر فکرمند رہتے تھے کہ میری وفات کے بعد میرے اس بیٹے کا ہوگا کیا؟

یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر ہندو پاک کے بڑے خاندانوں کے افراد کے لئے سرکاری ملازمت کا حصول زندگی کی

سب سے بڑی خواہش ہوتی تھی۔ اور اس کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز ذرائع کا استعمال روا رکھا جاتا تھا۔ خود حضور کے بڑے بھائی حضرت مرزا غلام قادر صاحب سرکاری ملازمت میں تھے اور ایک معزز عہدہ پر فائز تھے۔ اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ چھوٹے بھائی بڑے بھائی کو دیکھ کر اپنی زندگی بھی اسی نہج پر گزارنے کی خواہش رکھتے ہیں!

○ نماز کی ادائیگی کے لئے ذوق وشوق اور رغبت صرف بچپن کی عمر تک محدود نہ تھا۔ حضور کی جوانی کے دنوں کی بات ہے۔ ان دنوں آپ حضرت والد صاحب کی ہدایت کے مطابق زمینداری کے مقدمات کے سلسلے میں مصروف تھے۔ اس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میرے والد صاحب اپنے آباء و اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے لگا دیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔''

وہ لوگ جنہوں نے کبھی مقدمہ کیا ہو یا خود کبھی کسی مقدمہ میں ماخوذ رہے ہوں جانتے ہیں کہ فریق مقدمہ مدعی ہوں یا مدعا علیہ، ایک بے چینی اور بے قراری کی حالت میں رہتے ہیں اور ایک اضطراب کی کیفیت اور گھبراہٹ ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ مگر حضور کا حال یہ ہے کہ ان مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے ہیں اور طبیعت میں کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں۔ کوئی بے چینی آپ کو لاحق نہیں ہوتی۔ کوئی اضطراب آپ کو بے کل نہیں کرتا۔ پوری طرح صوفیاء کے اس طریق پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ ''دست با کار و دل با یار'' والد صاحب کی طرف سے عائد کردہ ان فرائض کی بجا آوری میں کبھی ایسا موقعہ نہیں آتا کہ آپ اللہ کی یاد سے ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت برتیں یا اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی سے پہلو تہی کریں۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ آپ نماز پڑھنے میں مصروف ہیں اور اُدھر عدالت میں طلبی ہوگئی۔ آپ پوری سکینت اور پورے اطمینان کے ساتھ نماز میں مصروف رہے اور نماز کی تکمیل کے بعد ہی عدالت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ اسی قسم کے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ نماز کا وقت ہوگیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ چپڑاسی نے آواز دی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی پیش ہوگیا اور اس نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا۔ مگر عدالت نے پروانہ کی اور مقدمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ میں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔

○ حضرت اقدس کے لئے آپ کے والد صاحب کی فکرمندی کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ اپنی محبت کے باعث حضور کے لئے فکرمند رہتے تھے کہ ان کے بعد حضور کا کیا ہوگا۔ حضرت والد صاحب کی وفات کے موقعہ پر خود حضور کے دل میں بھی ایک لحظہ کے لئے یہ خیال گزرا کہ آمد کے کئی ذرائع حضرت والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان کی وفات کے بعد نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کریں۔ مگر وہ خدا جس سے آپ نے محبت کی تھی اور جس کے عشق میں آپ اپنا سب کچھ

قربان کر چکے تھے۔ اور جو آپ کے دل کے راز سے آگاہ تھا اور اس محبت سے باخبر تھا جو اس کے لئے آپ کے دل میں تھی۔ وہ خدا بڑا وفادار اور بڑا قدر کرنے والا خدا ہے۔ اس نے اپنے اس بندہ کو جس نے اوائل عمری میں اس کے ساتھ محبت کا عہد باندھا تھا، اپنے اس الہام کے ساتھ تسلی دی۔

''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ،'' یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔

چنانچہ بعد کی زندگی میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

''جب مجھے خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ تو بموجب بمقتضائے بشریت مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور .... خیال گزرا کہ ان کی وفات کے بعد کیا ہوگا اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شاید تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں گزر گیا۔ تب اسی وقت غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' یعنی کیا خدا اپنے اس بندہ کے لئے کافی نہیں .... اس الہامِ الٰہی کے ساتھ .... دل قوی ہو گیا کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے .... میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب .... کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرماتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اس شان اور اس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک میخ کی طرح پیوست ہو گیا اور اس کے بعد اللہ نے اس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا ہے۔ اور فرماتے تھے اس کے بعد مجھ پر خدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد حضور کی زندگی کا سب سے اہم پہلو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور عشق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کے ساتھ محبت کا ہی ایک رنگ ہے۔ خدا کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی طرف سے آنے والے سے بھی محبت کی جائے۔ اپنے ایک شعر میں حضور فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا کی محبت کے بعد میں اس کے رسول کے عشق کی مے سے مخمور ہوں۔ اگر کوئی اس عشق کو کفر خیال کرتا ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر انسان ہوں۔

○ حضور کے دعویٰ سے بہت پہلے کی بات ہے۔ حضور اپنے چچا جناب مرزا غلام حیدر صاحب کے گھر کھانے پر مدعو تھے۔ آپ کی چچی بی بی صاحب جان کے منہ سے دوران گفتگو ایک ایسا کلمہ نکلا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے

ادبی کا رنگ رکھتا تھا- اس کا ایسا اثر آپ کی طبیعت پر ہوا کہ آپ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اور باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا کرتے تھے کھانا چھوڑ کر ان کے گھر سے چلے گئے اور پھر ان کے گھر آنا جانا اور اُن کے گھر کا کھانا پینا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا-

○ اسی ابتدائی زمانہ کے حالات کے بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ...... نے اپنے بڑے بھائی حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا اور حضور کے اخلاق و عادات کے متعلق پوچھا- انہوں نے فرمایا:

''ایک بات میں نے والد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) میں خاص طور پر دیکھی ہے- وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذراسی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے- اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذراسی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصہ سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں- اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا- ایسا عشق میں نے کسی اور شخص میں نہیں دیکھا-''

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ...... فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ...... نے اس بات کو بار بار دہرایا- واضح رہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ...... نے یہ بات اس وقت بیان کی جب ابھی وہ جماعت میں داخل نہیں ہوئے تھے-

○ بعد کے زمانہ کی بات ہے- پنڈت لیکھرام کے نام سے ہر احمدی واقف ہے- یہ دین حق کے بدترین دشمن اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید معاند اور گندہ دہن مخالف تھے- انہوں نے آنحضورؐ پر اعتراض کرنا اپنا وطیرہ بنالیا تھا- حضورؑ اُن کے اعتراضات کے جواب دیتے تھے اور ایسے جواب دیتے تھے کہ ہر سمجھدار کی تشفی کے لئے کافی ہوتے تھے لیکن پنڈت لیکھرام کا مقصد صرف اعتراض کرنا تھا اور اس میں وہ سچ اور جھوٹ کی تمیز بھی روا نہ رکھتے تھے- بالآخر ان کا اور حضور کا یہ مقابلہ حضورؑ کے ایک مباہلہ پر اختتام پذیر ہوا جس کے نتیجے میں پنڈت جی اس دنیا سے رخصت ہوگئے-

○ ایک دفعہ کا واقعہ ہے حضور فیروز پور سے قادیان تشریف لا رہے تھے- حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ...... اس سفر میں حضور کے ساتھ تھے- آپ فرماتے ہیں- پنڈت لیکھرام ملا اور مجھ سے اس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو- میں نے حضرت اقدس کی تشریف آوری کا ذکر سنایا تو ...... بھاگا ہوا وہاں آیا جہاں حضرت اقدس وضو کر رہے تھے- اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا- مگر حضرت نے یونہی آنکھ اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے- اس نے سمجھا شاید سنا نہیں- اس لئے اس نے پھر سلام کیا- مگر حضور نے جواب نہ دیا- کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا- فرمایا:-

''اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی توہین کی ہے- یہ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں- آنحضرتؐ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے-''

○ جماعت کے اکثر افراد نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں حضورؑ کا کلام پڑھا اور سنا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص جماعت کے کسی ایک جلسہ میں بھی کبھی شامل ہوا ہے وہ اس بات کا گواہ ہے کہ حضور کے کلام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو جذبات عشق و محبت اور جو تڑپ اور جو فدائیت پائی جاتی ہے وہ کسی اور کلام میں نہیں ملتی۔ حضور کا عربی، فارسی اور اردو کلام ایسے بے شمار اشعار سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن ؎

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

ایک نظم میں آنحضرتؐ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی محبت کی مے میں مخمور ہو کر اور آنحضورؐ کو دونوں جہانوں کی تمام برکتوں اور تمام نوروں کا منبع اور مصدر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ۔۔۔ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ۔۔۔ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجی یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ۔۔۔ وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
آنکھ اس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے ۔۔۔ ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا ۔۔۔ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ۔۔۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اپنی ایک اور اردو نظم میں اپنے جذبہ عشق و محبت کا یوں اظہار کرتے ہیں:۔

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ ۔۔۔ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ ۔۔۔ اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نقش ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے ۔۔۔ اپنا ہر ذرہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے
تیرا مے خانہ جو اک مرجع عالم دیکھا ۔۔۔ خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے ۔۔۔ تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی ۔۔۔ آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش ۔۔۔ جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل ۔۔۔ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام ۔۔۔ مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

○ مگر اس کے باوجود یہ ایک عجیب بات ہے اور یہ آپ کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جذبات عشق و محبت کا ہی کرشمہ ہے کہ حضورؒ اپنی غیر معمولی محبت، فقید المثال عشق اور آنحضورؐ کے لئے فدائیت کے اس جذبہ کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جہاں بھی آنحضورؐ کے ساتھ غیر معمولی محبت کا اظہار دیکھتے ہیں آپ کے دل میں یہ تمنا بیدار ہو جاتی ہے کہ کاش ایسا اظہار بھی میری طرف سے ہی ہوتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضورؒ مسجد مبارک میں تنہا ٹہل رہے تھے اور زیرلب کچھ گنگنا رہے تھے۔ اور اُس وقت حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایسے میں ایک دوست مسجد میں آئے۔ انہوں نے حضور کی یہ کیفیت دیکھی اور یہ سننے کی کوشش کی کہ حضور کیا گنگنا رہے ہیں تو انہوں نے سنا کہ حضور حسانؓ بن ثابت کا وہ شعر پڑھ رہے ہیں جو انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا کہ

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ　　فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ　　فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے میرے پیارے تو میری آنکھ کی پتلی تھا اور تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے۔ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا۔ اب کوئی جیئے یا مرے مجھے اس سے کیا؟

روایت کرنے والے بزرگ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضور کو تنہا ٹہلتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری ہیں تو میں نے حضور سے عرض کیا۔ حضور! کیا بات ہے؟ کیا صدمہ پہنچا ہے؟ فرمایا:

’’میں حسانؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔

حضور کی زندگی کے حالات سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر قسم کے مصائب آئے۔ ہر قسم کی تنگی کے حالات سے آپ گزرے۔ مخالفوں کی طرف سے طرح طرح کے ستم آپ پر توڑے گئے۔ اپنوں کی بے اعتنائیاں، طعن و تشنیع اور بدسلوکی کا آپ نشانہ بنے۔ طرح طرح کے مقدمات آپ پر قائم کئے گئے حتی کہ قتل کا مقدمہ آپ کے خلاف بنایا گیا۔ اپنے بچوں، اپنے پیاروں اور فدائیوں کی جدائی کے نظارے آپ نے دیکھے۔ جوان بیٹوں کی موت کے صدمے آپ نے برداشت کئے۔ مگر کبھی آپ کے دلی جذبات آپ کی آنکھوں سے ظاہر نہ ہوئے۔ لیکن تنہائی میں اپنے آقا و مولیٰ کی تیرہ صدیاں قبل ہونے والی وفات کا سوچتے ہیں اور حسانؓ کا یہ شعر آپ کو یاد آتا ہے اور آپ کی یہ دلی حسرت باہر آجاتی ہے کہ کاش یہ شعر بھی میری زبان سے نکلتا۔

○ آنحضورؐ سے یہی محبت اور عشق اور آپ کے لئے فدائیت کا یہی جذبہ ہے اور آپ کی عزت کے لئے غیرت ہے کہ ایک جگہ عیسائی پادریوں کے جھوٹے، ناپاک اور ظالمانہ اعتراضات جو انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر کئے اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور کس درد کے ساتھ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ از عربی عبارت) ''خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون اور سارے مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔''

آپ کے ہر قول اور فعل کے پس منظر میں خدا تعالیٰ کا کوئی فرمان یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث اپنی جھلک دکھلاتی نظر آتی ہے۔ بزرگوں کے احترام کی بات ہو یا بیوی بچوں سے سلوک کا معاملہ۔ اپنے پیاروں اور دوستوں سے تعلق ہو یا دشمنوں سے روابط۔ آپ کی زندگی کے ہر واقعہ کے پیچھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا کوئی واقعہ اپنی چمک دکھلاتا ہے۔ آپ حضور کی سیرت و اخلاق کا دراصل ایک آئینہ ہے جس میں شمائل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ اس کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

بخدا دل سے میرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

والدین سے محبت اور ان کا ادب و احترام

○ حضور اپنے والد صاحب حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا کس حد تک ادب فرماتے تھے اور ان کے ساتھ کس قدر احترام سے پیش آتے تھے۔ اس کا کچھ نقشہ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی ایک روایت میں نظر آتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اپنے والد صاحب کے سامنے کبھی آنکھ اٹھا کر بات نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اپنی نظر نیچی رکھتے اور آپ کے برابر بیٹھنے یا آپ کی موجودگی میں کرسی پر بیٹھنے کے بجائے ہمیشہ فرشی نشست پسند کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ حضرت والد صاحب کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت ہوتی تھی۔ ان کا تو یہ طریق تھا کہ اپنے خادموں کو بھی اپنے سامنے کرسی پر بٹھاتے تھے۔ خود یہی مرزا اسماعیل بیگ صاحب کہتے ہیں کہ میری عمر اس وقت صرف نو دس سال کی تھی اور میں حضور کے پاس بطور خادم رہتا تھا۔ جب بھی حضور کے والد صاحب مجھے یاد فرماتے تھے تو ہمیشہ مجھے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا حکم فرماتے۔

○ حضور اپنی طبیعت اور مرضی کے خلاف بھی حضرت والد صاحب کے ہر حکم کی تعمیل فرماتے تھے۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت والد صاحب نے ''مقدمات میں مجھ کو لگا دیا.................. اور اس کے ساتھ والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا.................. وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بنا دیں اور میری طبیعت اس سے سخت بیزار تھی.................. مگر.................. میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا۔ اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے۔''

حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کے حکم کی تعمیل میں ہی حضور نے باوجود سخت بیزاری اور کراہت کے سرکاری ملازمت بھی اختیار کی اور چار سال کا طویل عرصہ گویا ''قید خانہ'' میں گزارا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ آخر والد صاحب کے ''حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا میں نے استعفاء دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا.........''

پھر حضرت والد صاحب نے حضور کو قادیان میں زمینداری کے کاموں میں لگا دیا۔ زمینداری میں چونکہ نسبتاً زیادہ وقت مل جاتا تھا اس لئے اس دوران حضور اپنے وقت کا اکثر حصہ قرآن کریم پر تدبّر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف فرماتے تھے۔ مگر یہ مصروفیت بھی والد صاحب کی خدمت سے آپ کو روکتی نہ تھی آپ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں بھی سنایا کرتا تھا۔''

○ ہر بچہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے لیکن حضور کو اپنی والدہ ماجدہ سے جو محبت تھی اس کی ایک الگ ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ اور حضور کے جاننے والے بھی آپ کی اپنی والدہ کے لئے محبت کی اس شدت سے آگاہ تھے۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو حضور قادیان سے باہر تھے۔ گھر والوں کی طرف سے میراں بخش صاحب حجام کو آپ کی خدمت میں بھجوایا گیا اور انہیں خاص طور پر اس بات کی ہدایت کی گئی کہ یک دم وفات کی خبر حضور کو نہ سنائیں بلکہ آہستہ آہستہ حضور کو اس بات سے آگاہ کریں۔

والدہ صاحب سے محبت کا یہ پہلو اتنا نمایاں تھا کہ حضور کو جاننے والے خصوصی طور پر اس کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ...... اسی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ بعد کی زندگی میں بھی جب والدہ صاحبہ کی وفات کو ایک لمبا عرصہ گزر چکا تھا تب بھی حضور ''کبھی حضرت مائی صاحبہ کا ذکر نہ کرتے کہ چشم پر آب نہ ہو جاتے۔'' حضرت شیخ صاحب کی تو عمر زیادہ تھی اور آپ ایک رفیق کی نظر رکھتے تھے اور اس لئے چھوٹی چھوٹی بات بھی نوٹ کیا کرتے تھے مگر اپنی والدہ سے محبت کا یہ پہلو اتنا نمایاں تھا کہ بچے بھی اس کو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضور کے ایک صاحبزادے بیان فرماتے ہیں:۔

''آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ جب آپ ان کا ذکر فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔''

اقرباء سے حُسنِ معاملہ

○ حضور کی بھاوجہ صاحبہ جماعت میں تائی کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں حضور کو الہام ہوا تھا کہ ''تائی آئی'' اور حضور کا یہ الہام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... جن کی آپ تائی تھیں، کے زمانے میں پوری شان سے پورا ہوا کہ حضور کی بھاوجہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جماعت میں شامل ہوئیں اور اس طرح ''تائی والے کے زمانے میں وہ

تائی آئی''

○ حضور کی والدہ کی وفات کے بعد گھر کا انتظام ان کے سپرد ہوا کہ وہی بڑی بہو تھیں۔ اور چونکہ وہ بھی گھرانے کے دیگر افراد کی طرح سمجھتی تھیں کہ حضور دنیاوی امور کی طرف توجہ نہیں دیتے اس لئے چھوٹی چھوٹی بات میں آپ کو تکلیف پہنچاتی رہیں۔ لیکن حضور کے والد صاحب چونکہ حیات تھے اس لئے ان کی زیادہ نہ چلتی تھی۔ مگر ۱۸۷۶ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد تو وہ گھر کی مختارِ کل ہوگئیں اور ہر طرح کی زیادتی حضور پر روا رکھنے لگیں۔ اور چونکہ ان کے شوہر اور حضور کے بڑے بھائی قادیان سے باہر اپنی ملازمت پر ہوتے تھے اس لئے ان کو اس کے لئے ہر طرح کے مواقع میسر تھے۔ چنانچہ حضور کی سوانح میں اس کا وضاحت سے تذکرہ ملتا ہے کہ حضور کا کھانا بھجوانے میں بھی وہ خست سے کام لیتی تھیں اور بچا کھچا اور روکھا سوکھا کھانا حضور کے لئے آتا تھا۔

○ ۱۸۸۴ء میں حضور کی شادی حضرت اماں جان سے ہوگئی۔ اس وقت حضور اگر چاہتے تو اپنی جائیداد علیحدہ کروا کے اپنے لئے خصوصی انتظام فرما سکتے تھے لیکن حضور نے بڑے بھائی اور بھاوج کے احترام میں جائیداد کی علیحدگی کا کبھی سوال نہ اُٹھایا اور ہر قسم کی تکلیف خود اپنی ذات پر برداشت کرتے رہے۔ ۱۸۸۳ء میں مرزا غلام قادر صاحب کی وفات کے بعد حضور کی یہی بھاوج صاحبہ حضور کے پاس بہت روئیں۔ اور چونکہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے دونوں بچے بچپن میں فوت ہو چکے تھے، انہوں نے حضور سے درخواست کی کہ مرزا سلطان احمد مجھے دے دیں میں اسے بیٹا بنا کر اپنے پاس رکھوں گی۔ حضور نے اس بات پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنی تائی کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے اور اس سلوک کے بھی گواہ تھے جو تائی حضور کے ساتھ روا رکھتی تھیں اس لئے آپ نے حضور کے پاس آکر اس پر اپنی شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور روایت کے مطابق آپ نے حضور سے عرض کیا: ''ابا جی تسی اُستریاں دی مالا کیوں میرے گل پارہے او'' اپنے بیٹے کے اس اظہار ناپسندیدگی اور سخت احتجاج کے باوجود حضور نے اس رنگ میں ان کو سمجھایا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس پر راضی ہوگئے بلکہ ساری زندگی تائی کا ایسا خیال رکھا کہ کم ہی کوئی حقیقی بیٹا اپنی ماں کا خیال رکھ سکتا ہے۔

بیوی سے مثالی سلوک

○ پنجاب کے دیہاتی معاشرہ کا آج بھی یہ حال ہے کہ بیوی کو برابر کے حقوق نہیں دیئے جاتے، نہ اس کی ذات کو یا اس کی رائے کو کوئی وقعت دی جاتی ہے۔ عام طور پر عورت کو ایک کمزور، کم علم، کم درجہ کی مخلوق کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ آج کے دور میں بھی ایسے شوہر موجود ہیں جو گھر سے باہر بیوی کے ساتھ چلنا تک اپنی ہتک سمجھتے ہیں اس لئے ہمیشہ بیوی سے دو چار قدم آگے چلتے ہیں اور کوئی شوہر اپنی بیوی کی بات ماننے والا ہو تو اس کو ''زن مرید'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لیکن حضور کی کیا کیفیت ہے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ...... بیان فرماتے ہیں:۔

''اندرون خانہ کی خدمت گار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی اور تصنع

کی زیر کی .... نہیں رکھتیں .... زمانے اور اپنے گردوپیش کے عام .... برتاؤ کے برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں .... کہ مرجا بیوی دی گل بڑی مند اے''

○ یہ دلچسپ واقعہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ...... بیان فرماتے ہیں:-

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر میں تھے- سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی- آپ بیوی صاحبہ (یعنی حضرت اماں جان ......) کے ساتھ سٹیشن پر ٹہلنے لگ گئے- مولوی عبدالکریم .... کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں- آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے- مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ دیکھ لیں- ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں- بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں- حضرت صاحب نے فرمایا ''میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں'' مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے''

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کی بات سن کر فرمایا کہ: ''آخر لوگ کیا کہیں گے- یہی نا کہ مرزا اپنی بیوی کے ساتھ پھر رہا ہے-''

○ حضورؑ حضرت اماں جان کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے اور گھر میں آپ کا کیا طریق ہوتا تھا- سیرت کی کتب میں اس کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں- اسوقت ان سب کا بیان ممکن نہیں- مختصراً عرض ہے کہ جب کبھی حضرت اماں جان بیمار ہوتیں آپ ہر طرح ان کا خیال رکھتے اور عملی طور پر تیمارداری کرتے- باوجود از حد مصروفیت کے غذا کا اہتمام فرماتے- اپنے ہاتھوں سے دوا دیتے بلکہ ضرورت کے وقت حضرت اماں جان کو اپنے ہاتھوں سے دباتے بھی تھے- غرض اماں جان کی تسلی اور تسکین کی خاطر ہر اقدام فرماتے تھے-

حضرت اماں جان کے ساتھ یہ سلوک اور یہ برتاؤ بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں تھا- چنانچہ خود فرماتے ہیں-

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے- اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا- اس کے بعد بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا ہے-''

○ حضور کی زوجہ اول حضور کی ماموں زاد تھیں اور بچپن سے اپنے والدین کے ساتھ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے گھر میں ہی رہائش پذیر تھیں اور حضرت صاحب کے رشتہ داروں کی طرف ان کا زیادہ میلان تھا جن میں سے اکثر کو دین سے بے رغبتی تھی اور وہ بھی ان کے رنگ میں رنگین تھیں اور سمجھانے کے باوجود ان لوگوں اور ان کے طریق کو چھوڑنے پر

آمادہ نہ ہوتی تھیں۔ اس لئے دوسری شادی سے قبل بھی ان کی حضور کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضور ان کا خیال رکھتے تھے اور اخراجات وغیرہ بھی باقاعدہ دیا کرتے تھے۔

اس زمانے میں بڑے خاندانوں میں رواج تھا کہ مرد عام طور پر مردانے میں رہتے تھے اور ضرورت کے وقت ہی گھر کے زنانہ حصہ میں جاتے تھے۔ چنانچہ اسی طریق کے مطابق حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور حضور کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب اور حضور کے اپنے اپنے دیوان خانے تھے۔ حضور نے صرف اپنی زوجہ اول کی آسانی کے لئے خاص طور پر راج کو بلا کر زنان خانے میں اپنے مردانے گھر کا دروازہ کھلوایا تا کہ اگر وہ آنا چاہیں تو سہولت کے ساتھ حضور کے پاس آسکیں۔

دوسری شادی کے بعد بھی وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہنا پسند کرتی تھیں۔ اس لئے وہ بڑے گھر میں ہی رہیں۔ لیکن حضور باقاعدگی سے نہ صرف ان کے اخراجات ادا فرماتے رہے بلکہ ایک مرتبہ جب وہ بیمار ہوئیں تو چونکہ حضرت صاحب کی طرف سے حضرت اماں جان کو اجازت تھی۔ آپ انہیں دیکھنے کے لئے گئیں اور واپسی پر حضور سے ان کی بیماری کا ذکر کیا تو حضور نے ان کے لئے اماں جان کو دوا دی کہ جا کر اپنے طور پر ان کو کھلا آئیں۔ (بقیہ آئندہ شمارہ میں)

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کے لئے ضروری اعلان

(1) اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے احمدی بچے جو وقف کرنا چاہتے ہیں اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست والد/ سرپرست کی تصدیق کے ساتھ اور مقامی جماعت کے امیر صاحب/ صدر صاحب کی وساطت سے وکالتِ دیوان تحریکِ جدید ربوہ کو ارسال کریں تا کہ داخلہ کے انٹرویو سے پہلے ضروری کارروائی مکمل کی جاسکے۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش اور مکمل پتہ درج کریں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ (حاصل کردہ نمبر/ گریڈ) کی اطلاع دیں۔ داخلہ کے انٹرویو کے لئے معین تاریخ کا اعلان روزنامہ الفضل میں کر دیا جائے گا۔

(2) قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ جماعتی کتب خصوصاً سیرت النبیؐ، سیرت حضرت مسیح موعود، مختصر تاریخ احمدیت، کامیابی کی راہیں، دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ نیز روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات کا مطالعہ کرتے رہیں اور خدام الاحمدیہ کی مرکزی تربیتی کلاس ربوہ میں شامل ہوں۔ (وکیل الدیوان تحریکِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

اعلان: خریداران ماہنامہ ''انصاراللہ'' جن کو یاددہانی برائے چندہ کی چٹھیاں بھجوائی جاچکی ہیں ان سے گزارش ہے کہ اپنے رسالہ ماہنامہ ''انصاراللہ'' کا چندہ جلد بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ (مینجر)

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک فارسی نظم

کا

منظوم اُردو ترجمہ

(از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

اے محبت کیا اثر تُو نے نمایاں کر دیا
زخم و مرہم کو رہِ جاناں میں یکساں کر دیا

تُو نے "مجموعِ دو عالم" کو پریشاں کر دیا
عاشقوں کو تُو نے سرگرداں و حیراں کر دیا

تیرے جلووں نے بہت ذرّے کئے خورشید وار
خاک کی چٹکی کو مثلِ ماہِ تاباں کر دیا

تیرے زائر ہیں ترے اعجاز کے منّت پذیر
واپسی کے چُن دِئے در، دخل آساں کر دیا

ہوشمندانِ جہاں کو تو نے دیوانہ کیا
"خانۂ فطنت" بسا اَوقات ویراں کر دیا

کون دیتا جان دُنیا میں کسی کے واسطے
تُو نے اِس جنسِ گراں مایہ کو ارزاں کر دیا

ختم ہیں تجھ پر جہاں کی شوخیاں عیّاریاں
کیسے کیسے تُو نے عیّاروں کو نالاں کر دیا

آ گرا جو آگ میں تیری وُہ بھُن کر رہ گیا
جانتے تھے جو نہ رونا اُن کو گریاں کر دیا

اَے جنوں! دیوانہ ہو کر ہوش آیا ہے مُجھے
مَیں ترے قُربان! تُو نے یہ تو احساں کر دیا

تیری خُوں خواری مسلّم ہے- تپِ عشقِ شدید
خود تو ہے کافر مگر ہم کو ...... کر دیا

ہر جگہ ہے شور تیرا کیا حقیقت کیا مجاز
مُشرک و مُسلم سبھی کو "سِینہ بریاں" کر دیا

وُہ مسیحا جس کو سنتے تھے "فلک پر ہے مقیم"
لُطف ہے اس خاک سے تُو نے نمایاں کر دیا

براہین احمدیہ کی عظیم تاثیر

حضرت مولوی محمود حسن خاں کی زندگی کا دھارا موڑنے والا واقعہ

از: مکرم مسعود احمد خاں صاحب - دہلوی

حضرت مولوی محمود حسن خاں مدرس پٹیالہ اگرچہ دہلی میں سلسلہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت حافظ وزیر محمد خاں محب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے لیکن آپ مسلمانوں کی زوال پذیر حالت سدھرنے کی شدید تڑپ کے زیر اثر سرسید احمد خاں کی تحریک کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے لیکن آپ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس نے زندگی کا دھارا موڑ کر رکھ دیا اور آپ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت پر ایمان لا کر آپ کے اعوان و انصار میں ایک متبع کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ ذیل میں وہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

اُنیسویں صدی کی آخری دہائی کا زمانہ تیزی سے گزر رہا تھا کہ حضرت مولوی محمود حسن خاں کا تبادلہ پٹیالہ سے کوٹ شمیر نامی قصبہ میں ہو گیا اور پٹیالہ کی ہنگامہ خیز شہری زندگی کو خیر باد کہہ کر آپ ایک دور افتادہ قصبہ میں جا آباد ہوئے۔ وہاں آپ ایک طرح سے گوشہ خمول میں پڑے ہوئے تھے۔ اس طرح سرسید احمد خاں کی تحریک میں پہلے کی طرح سرگرمی سے حصہ لینا ممکن نہ رہا وہاں آپ کو عامۃ المسلمین کی حالتِ زار کی وجوہات پر زیادہ گہرائی میں سوچنے کا موقع ملا۔ اس غور و فکر کے دوران آپ کی توجہ یورپ سے آنے والے عیسائی پادریوں کی مشنری سرگرمیوں اور ان کے ہولناک نتائج و عواقب کی طرف مبذول ہوتی چلی گئی۔ آپ کو رہ رہ کر یہ خیال ستانے لگا کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی اکثریت عیسائیت کے چنگل میں پھنس گئی تو تعلیم کے میدان میں ان کی ترقی اسلام کی بجائے عیسائیت کے کام آئے گی۔

آپ کا پٹیالہ سے تبادلہ آپ کی زندگی کا دھارا موڑنے میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوا۔ یہ تبادلہ پیش خیمہ تھا اللہ تعالیٰ کے فضلِ عظیم کے نزول کا جس نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دکھایا ایک ایسا انقلاب عظیم جو آپ کو دیکھتے ہی دیکھتے آسمان روحانیت کا ایک روشن ستارہ بنانے کا موجب بنا اور اس طرح آپ روحانی مرتبہ و مقام میں بعض لحاظ سے اپنے والد پر بھی سبقت لے گئے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کافی عرصہ بعد کوٹ شمیر سے پٹیالہ واپس آئے اور حسب سابق شیخ فخر الدین صاحب سول جج کے ہاں ان سے ملنے گئے۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ سرسید کا سر کچلنے کے لئے ایک مولوی صاحب جو علم و فضل میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہمارے درمیان پیدا ہوئے ہیں۔ انہوں نے دینِ حق کی تائید و حمایت میں ایک ایسی کتاب شائع کی ہے جس کی فی زمانہ کوئی مثل موجود نہیں۔ مولوی محمود حسن خاں مولویوں اور ان کے طرز عمل سے بہت نالاں

تھے۔ یہ سن کر کہ کسی مولوی نے تائید وحمایت میں کتاب لکھی ہے فوراً بول اٹھے سرسید کا سر کچلے گا اور بھی کوئی نہیں ایک مولوی! بات وہ کرنی چاہیے جو قابلِ یقین ہو۔ وہ کہنے لگے پھر تمہیں کتاب دکھانا بے فائدہ ہے۔ مولوی محمود حسن خاں نے کہا نہیں کتاب دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تم کتاب لاؤ ابھی پتہ لگ جائے گا تمہارے مولوی صاحب کتنے پانی میں ہیں۔ شیخ فخرالدین نے الماری میں سے کتاب نکالی اور کہا پہلے وضو کرو پھر کتاب کو ہاتھ لگانے دوں گا۔ مولوی محمود حسن خاں نے کہا تم نے جو اس وقت کتاب ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے تو کیا تم باوضو ہو؟ اس پر شیخ فخرالدین ہنس پڑے اور کتاب مولوی محمود حسن خاں کو تھما دی یہ کتاب تھی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی معرکہ آراء تصنیف ''براہین احمدیہ'' مولوی محمود حسن خاں نے جب ''براہین احمدیہ'' کے سرآغاز جلی حروف میں لکھے ہوئے انعامی چیلنج کے الفاظ پڑھے تو آپ ششدر ہوئے بغیر نہ رہے۔ آپ پڑھتے جارہے تھے اور محسوس یہ فرمارہے تھے کہ گویا ایک برقی رَو آپ کے رگ وپے میں سرایت کررہی ہے۔ جب آپ انعامی چیلنج پر مشتمل اشتہار کی پوری عبارت پڑھ چکے تو آپ کی حالت بدل چکی تھی۔ آپ نے شیخ صاحب سے کہا اس کتاب کو پڑھنا آسان نہیں ہے آپ یہ مجھے دے دیں۔ میں کوٹ شمیر جا کر اسے بالاستیعاب پڑھوں گا۔ جب دوبارہ پٹیالہ آؤں گا کتاب لے کر آؤں گا اور آپ کی امانت آپ کو واپس لوٹا دوں گا۔ شیخ صاحب نے کتاب لے جانے کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی کہا یہ کتاب مجھے بہت عزیز ہے اسے بہت احتیاط سے رکھیں اور اس کی بے ادبی نہ ہونے دیں۔ محمود حسن خاں نے کتاب لے کر دو ایک روز میں کوٹ شمیر واپس چلے گئے۔ واپس جا کر آپ نے کتاب کا مطالعہ شروع کیا اور پوری کتاب کو اول سے آخر تک تین دفعہ پڑھا اور پڑھا بھی پوری توجہ اور انہماک سے۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ کی کایا پلٹ چکی تھی۔

۱۸۸۹ء کے اواخر میں جب مولوی محمود حسن خاں کوٹ شمیر سے تبدیل ہو کر دوبارہ پٹیالہ واپس آئے تو کتاب ساتھ لے کر آئے۔ ہر چند کہ آپ کتاب کو اپنے پاس رکھنے کے شدید متمنی تھے لیکن حسب وعدہ امانت واپس لوٹانے شیخ فخرالدین صاحب کے ہاں گئے۔ شیخ فخرالدین نے کتاب ہاتھ میں دیکھتے ہی کہا کتاب تم اپنے پاس ہی رکھو اب مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مولوی محمود حسن خاں نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ وہ بولے (نعوذ باللہ) یہ شخص کافر ہو گیا ہے اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت مولوی صاحب نے کتاب کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر اور اسے اپنے سینہ سے لگا کر کہا میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ دینِ حق کی حقانیت پر ایسی معرکہ آراء کتاب کوئی مولوی نہیں لکھ سکتا، اس کا مصنف تو کوئی آسمانی وجود معلوم ہوتا ہے۔ اگر بقول تمہارے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو تم گواہ رہنا کہ میں ان کے اس دعوے پر ایمان لاتا ہوں۔ شیخ فخرالدین نے بلند آواز میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا حالانکہ یہ وہی شیخ فخرالدین تھے جنہوں نے براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل کتاب کی پیشگی قیمت کے طور پر پانچ روپے کی رقم حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ارسال کی تھی اور حضور نے پیشگی رقم بھجوانے والوں میں براہین احمدیہ کے ابتدائی صفحات میں ان کا نام بھی شائع فرمایا تھا۔ وہ خود ایمان لانے سے محروم رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حضرت مولوی محمود حسن خاں کو

اوائل ہی میں قبولِ حق کی سعادت عطا فرما کر حضرت مسیح موعود کے اکابر رفقاء میں شمولیت کے خصوصی اعزاز و شرف سے نوازا وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اب تو حضرت مولوی محمود حسن خان صاحب کو ایک بے چینی سی لاحق ہوگئی کہ براہین احمدیہ ایسی معرکہ آراء کتاب کے عظیم المرتبت مصنف کے دعوی ماموریت کی تفصیل کا علم ہو۔ آپ کسی احمدی سے واقف نہ تھے اور نہ آپ کو قادیان کے محلِ وقوع کا علم تھا اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ وہاں تک کس راستے پہنچا جا سکتا ہے۔ تلاشِ بسیار کے بعد آپ کو کسی ابتدائی احمدی بھائی سے حضرت مسیح موعود کی کتاب ''فتح اسلام'' کا ایک نسخہ ملا۔ آپ نے اسے بار بار پڑھا اور ہر بار اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ اے خدا! میں تیرے مبعوث کردہ مسیح پر ایمان لایا۔ اس کے بعد آپ کو اسی احمدی بھائی سے حضور کی تازہ تصنیف ''توضیح مرام'' کا ایک نسخہ حاصل کر کے اسے بغور پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ''توضیح مرام'' کا یہ نسخہ پڑھنے کے بعد تو آپ کی یہ حالت ہوئی کہ کس طرح اُڑ کر قادیان پہنچیں اور اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ مسیح کی خدمت میں حاضر ہو کر دستی بیعت کے شرف سے مشرف ہوں آپ نے رو رو کر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی کہ اے خدا! اگر میرا آخری وقت آ پہنچا ہو تو مجھے اتنی مہلت ضرور دے دے کہ نیا مہینہ شروع ہونے پر مجھے تنخواہ مل جائے اور میں ریل کا ٹکٹ خرید کر اور قادیان جا کر تیرے مسیح کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اس طرح اس کی زیارت سے مشرف ہو کر اس کے رو برو اپنے ایمان کا اعلان کرسکوں۔

۱۸۹۱ء کے اوائل میں آپ کو پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعود لدھیانہ تشریف لائے ہوئے ہیں اور وہیں قیام فرما ہیں۔ چنانچہ تنخواہ ملتے ہی آپ لدھیانہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہایت ادب سے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کرنے کے بعد دریافت کیا کیا آپ وہ مسیح ہیں جس کے مبعوث ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ (اُس وقت چند رفقاء بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان میں سے ایک حضرت پیر سراج الحق نعمانی تھے) حضور نے فرمایا جو کچھ میں کہتا ہوں آپ اسے توجہ سے سنیں۔ حضور نے وفات مسیح کے بعض دلائل بیان فرمائے۔ مولوی محمود حسن خان نے عرض کیا میں براہین احمدیہ، فتح اسلام اور توضیح مرام ہر سہ کتب کا مطالعہ کر چکا ہوں میں تو آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں کہ آپ وہی مسیح ہیں۔ حضور نے فرمایا ہاں ہم وہی مسیح ہیں۔ اس پر مولوی محمود حسن خاں نے عرض کیا پھر از راہ ذرہ نوازی میری بیعت قبول فرمائیں۔ حضور نے ہاتھ بڑھا کر اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کی بیعت لی۔ بیعت کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ نے حضور کی خدمت میں پانچ روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔ حضور نے فرمایا آپ حالتِ سفر میں ہیں۔ آپ کو اخراجات کے لئے رقم کی ضرورت ہوگی اس لئے یہ رقم اپنے پاس ہی رکھیں۔ آپ نے عرض کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا میں دینِ حق کے پھیلانے اور غالب کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے آپ کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لئے بہت مال درکار ہوگا اور قدم قدم پر اس کی ضرورت پیش آئے گی آپ یہ حقیر رقم قبول فرما کر مجھے آنے والے اموال میں حسب استطاعت اپنا حصہ ڈالنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائیں۔ حضور نے از راہ

شفقت وذرہ نوازی آپ کی پیش کردہ رقم قبول فرمالی۔ حضور ان ایام میں ''ازالہ اوہام'' تصنیف فرما رہے تھے۔ حضور نے وہ پانچ روپے حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ رقم ''ازالہ اوہام'' کی طباعت کے خرچ میں محسوب فرمالیں۔ اس طرح حضرت مولوی محمود حسن خاں کو سرسید احمد خاں کی تحریک سے بے تعلق ہو کر غلبہ کی آسمانی تحریک میں شامل ہونے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے مبعوث کردہ مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت کو قبول کرنے اور اس کے اعوان وانصار میں شامل ہونے کی عظیم الشان سعادت محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اس لئے میرے حصہ میں آئی کہ میرے والد حضرت حافظ وزیر محمد خاں محبّ اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ سے سچا عشق تھا، ان کے جانگسل مجاہدے اور مشقت طلب ریاضتیں جناب الٰہی میں مقبول ہو کر مجھے غلبہ کی آسمانی مہم میں شمولیت کا غیر معمولی اعزاز دلانے کا موجب بنیں، سرسید احمد خاں کی محدود اصلاحی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے کے نتیجہ میں یہ امر بعید نہ تھا کہ میں نیچریت اور پھر دہریت کی رَو میں بہہ جاتا اور میں اور میری نسلیں اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی تفضلات سے محروم قرار پاتیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل نے دستگیری فرمائی اور میں نیچریت کے دشتِ پُر خار سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے حصارِ عافیت میں آنے کے انعامِ خاص سے نوازا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

نصاب مرکزی امتحانات ۲۰۰۳ء قیادت تعلیم

نصاب سہ ماہی اوّل (جنوری تا مارچ ۲۰۰۳ء): (۱) قرآن کریم پارہ ۲۶ نصف آخر۔ (۲) کتاب ''الحق مباحثہ لدھیانہ'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (۳) کتاب ''تقریر حضرت مصلح موعود...... '' فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء۔

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۳ء): (۱) قرآن کریم پارہ ۲۷ نصف اوّل۔ (۲) کتاب ''الحق مباحثہ دہلی'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۳) کتاب ''مجمع البحرین'' لیکچر حضرت مصلح موعود...... فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء ویمبلے ہال لندن۔

نصاب سہ ماہی سوم (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء): (۱) قرآن کریم پارہ ۲۷ نصف آخر (۲) کتاب ''انوارِ اسلام'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۳) کتاب ''پیغام مسیح موعود'' لیکچر حضرت مصلح موعود...... فرمودہ ۱۱ر جولائی ۱۹۱۵ بمقام لاہور۔

نصاب سہ ماہی چہارم (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۳ء): (۱) قرآن کریم پارہ ۲۸ نصف اوّل (۲) کتاب ''معیار المذاہب'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۳) کتاب ''نجات'' تقریر حضرت مصلح موعود...... برموقعہ جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک دعا کی حقیقت

"نیچریت"، "اسباب دعا"

از: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد کے جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء کے شمارے میں جناب طالب حسین سیال صاحب کا مضمون بعنوان ''اقبال کا تصور عمل اور دعا'' شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار نے سید نذیر نیازی کی کتاب ''اقبال کے حضور'' میں ۱۷ مارچ ۱۹۳۸ء کے دن کی روئیداد بیان کرتے ہوئے یہ اقتباس پیش کیا ہے۔

حضرت علامہ نے فرمایا:

''دعا کے بارے میں سرسید احمد خاں اور مرزا صاحب (بانی سلسلہ احمدیہ) نے انتہا کردی۔ سید احمد خاں پر تو علت و معلول کا خیال اس درجہ غالب تھا کہ اس وقت کے علوم طبعی کے زیر اثر انہوں نے ''نیچر'' کا جو تصور قائم کیا اس کی رُو سے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ حوادث کی ترتیب میں کوئی ردّ و بدل ہو سکے یا ان سے وہ نتیجہ مرتب نہ ہو۔ جس کا باعتبار علت اور معلول مرتب ہونا ضروری ہے لہٰذا وہ بار بار ''نیچر'' کا نام لیتے اور پھر اس کے اس حد تک قائل ہو گئے کہ انہوں نے سمجھا کائنات کے جملہ حوادث علت و معلول کی کڑی زنجیر میں اس سختی سے منسلک ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے کا ظہور یقینی ہے اب فرض کیجئے حادثہ الف رونما ہے اور یہ حادثہ کسی دوسرے مثلاً حادثہ ب کی علت ہے تو بحیثیت معلول حادثہ ب کا ظہور گویا پہلے سے متعین ہو چکا ہے اور ''نیچر'' کی کارفرمائی رک سکتی ہے نہ اسے کوئی روک سکتا ہے ''نیچر'' اپنا کام کرتا رہے گا۔ حوادث کی ترتیب علت و معلول کی پابند ہے اور اس میں ردو بدل ناممکن۔ یہ گویا امر بی ہے یوں سرسید کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دعا سے بجز تسکین قلب اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دوسری طرف مرزا صاحب تھے جن کا کہنا تھا کہ دعا سے سب کچھ ممکن ہے آپ دعا کرتے جائیں جو چاہتے ہیں ہو جائے گا حالانکہ ایک بڑا مسئلہ اس سلسلے میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کسی حادثے کی توجیہہ یہ سمجھ کر لی جاتی ہے کہ وہ نتیجہ ہے قبولیت دعا کا تو ہمارے پاس اس کا ثبوت کیا ہوگا۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ دعا کی جاتی تو یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ معترض کہہ سکتا ہے کہ اسے بہر کیف پیش آنا تھا اس لئے کہ حوادث ماقبل کا رخ اس جانب تھا۔ لہٰذا پھر وہی سوال سامنے آتا ہے کہ حوادث کی ترتیب میں کیا ردّ و بدل ممکن ہے؟ کیا دعا اس ترتیب کو روک سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا کیا حوادث کی کوئی ترتیب بھی ہے ارشاد ہوا۔ علت و معلول کا تقاضا تو یہی ہے کہ ان کی ترتیب ہو۔ ماضی میں بھی اور مستقبل میں بھی۔''

حضرت علامہ نے فرمایا۔ وہ جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہ ہم سے اور ہماری دنیا سے بے تعلق تو نہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں اسی سے کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ ہی سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ زندگی کیا

ہے۔ایک مسلسل دعا۔ (اقبال کے حضور صفحہ ۳۵۹ از سید نذیر نیازی اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۱ء)

دعا پر یقین: علامہ اقبال کے گھر میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کی قبولیت دعا کا نمونہ موجود تھا۔ علامہ کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد (جن کو علامہ بھائی اور بیٹوں کی طرح عزیز تھے بلکہ اپنی وصیت میں آپ نے ان کو بچوں کا گارڈین مقرر کیا تھا) لکھتے ہیں۔

''پھر یہ بھی ہمارے خاندان کے حضرت بانی سلسلہ سے عقیدت کا ہی اثر تھا کہ بے جی جنہیں ابا جان کے ہاں اولاد نرینہ کی بڑی خواہش تھی نے ابا جان سے حضرت صاحب کو دعا کے لئے خط لکھوایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد نرینہ عطا کرے اور جب ۱۸۹۹ء کے شروع میں راقم الحروف پیدا ہوا تو چچا جان نے مولود کا نام ''اعجاز احمد'' رکھا۔

(مظلوم اقبال صفحہ ۱۸۶ از شیخ اعجاز احمد شیخ شوکت علی پرنٹر کراچی ۱۹۸۵ء)

اسی طرح چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب علامہ اقبال کی دعا کے سلسلہ میں ۱۹۳۰ء کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ جب کہ ابھی کشمیر کمیٹی نہیں بنی تھی اور حضرت صاحب (مرزا بشیرالدین محمود احمد) لاہور تشریف لائے پتہ چلا کہ ڈاکٹر اقبال بیمار ہیں ان کو کوئی سخت درد وغیرہ تھی۔حضرت صاحب نے کہا چلو عیادت کے واسطے چلیں۔ ان کے کمرے میں گئے ان کا گھر کا لباس بنیان اور تہبند ہی ہوتا تھا۔باہر جانے کے لئے سوٹ وغیرہ پہنتے تھے تو وہ اسی لباس میں تھے۔

ان کو بیماری کی تکلیف بہت تھی۔وہ ملاقات میں سارا وقت یہی کہتے رہے۔مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا۔ مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا۔مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا۔'' (ماہنامہ انصاراللہ ربوہ نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۰۲)

سر سید احمد خاں نے قبولیت دعا سے انکار کیا اور دعا کو تسکین قلب قرار دیا وہ اس لئے کہا کہ وہ دعا کی تاثیرات پر یقین نہیں رکھتے تھے اور ہندوؤں کی اصلاح پسند تحریک برہموسماج کے لیڈر راجہ رام موہن رائے سے بہت متاثر تھے۔انہوں نے برہموسماج کی کامیابی سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کیوں نہ برہموسماج کے طریق کو مسلمانوں میں رائج کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں زندگی کی رَو پیدا کی جا سکے جو ایک سو سال سے زوال کا شکار تھے۔اس لئے انہوں نے برہموسماج سے ملتے جلتے عقائد اختیار کئے۔چنانچہ معروف دانشور ماہر سوشیالوجی جناب پروفیسر حمزہ علوی لکھتے ہیں:-

''اس میں قطعاً کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سر سید احمد خاں جو اسلامی جدیدیت کے مردِ اول تھے راجہ رام موہن رائے سے براہ راست متاثر ہوئے نوجوانی کے دنوں میں سر سید احمد خاں، رائے سے ملے جو ۱۸۳۱ء میں مغل دربار میں حاضری کے لئے آئے تھے......سر سید احمد خاں کی شخصیت اور زندگی کے سب سے بڑے محقق نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہ ''رام موہن رائے کی شخصیت اور کام نے سر سید احمد خاں پر گہرے اثرات مرتب کئے......ہندو مسلم اصلاحی تحریکیں دراصل ایک ہی فکری تحریک کی مختلف شاخیں تھیں جو اپنی اپنی جگہ عقلیت پر مبنی نظریات اور اس کے ساتھ ساتھ نئے ابھرتے

ہوئے ہندو مسلم تنخواہ دار طبقات (Salariat) کی سائنسی سوچ کا اپنے اپنے مذہب کے محاورے میں اظہار کر رہی تھیں۔
(پاکستان ریاست اور اس کا بحران صفحہ ۲۱۷ فکشن ہاؤس ۱۸۔مزنگ روڈ لاہور)

حضرت اقدس کی دعائے مستجاب کا نمونہ: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ نے سرسید احمد خاں کے دعا کے بارہ نظریات کے جواب میں ۲۰ را پریل ۱۸۹۳ء کو رسالہ برکات الدعا تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ سرسید کا یہ عقیدہ ایسا ہے۔ جس نے خالق ومخلوق کے باہمی تعلق کو بالکل توڑ کر رکھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی اس پیشگوئی کو جو آپ نے لیکھرام کی موت کے متعلق فرمائی تھی، نمونہ قبولیت دعا کے طور پر پیش کر کے فرمایا:۔

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست — سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرت ہائے حق — قصہ کوتاہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

(برکات الدعاء روحانی خزائن نمبر ۶ صفحہ ۳۳)

یعنی اے وہ شخص جو یہ کہہ رہا ہے کہ اگر دعا میں کوئی اثر ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے؟ جلدی سے میری طرف آ کہ میں تجھے آفتاب کی طرح دعا کا اثر دکھاؤں گا خبردار خدا کی قدرتوں کے اسرار سے انکار نہ کر قصہ ختم کر اور مجھ سے قبول ہو جانے والی دعا کا نمونہ دیکھ۔

سرسید احمد خاں اپنی وفات سے قبل قبولیت دعا کے قائل ہو چکے تھے چنانچہ آپ نے اپنی وفات سے قبل ایک خط حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا جس میں دیگر امور کے علاوہ آپ سے دعا کی درخواست کی گئی تھی۔

اس سلسلہ میں شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم لکھتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ ایک اور قیمتی مکتوب جو سرسید نے حضرت مسیح موعود کو لکھا تھا جب کہ ''برکات الدعاء'' اور ''آئینہ کمالات اسلام'' ان کو بھیجی گئی تھیں میرے پاس اس کی کاپی تھی لیکن اب ملتی نہیں اس میں سرسید نے لکھا تھا۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند — آنچہ اوستاد ازلی گفت ہماں میگویم

اور دعا کے لئے بھی درخواست کی تھی۔

پھر حضرت مولانا نورالدین کے نام سرسید احمد خاں صاحب نے اپنے خط محررہ ۸ مارچ ۱۸۹۷ء میں حضرت اقدس کے بارے میں لکھا ''حضرت مہدی زماں مسیح الوقت امام مامور من اللہ میری درخواست کو ہرگز رد نہ فرمائیں گے۔''

(الحکم جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۴ را پریل ۱۹۳۴ء)

حضرت اقدس کی دعا کا فلسفہ: دعا اور اسباب اختیار کرنے کے بارہ میں حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''سنو! وہ دعا جس کے لئے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:٦١) فرمایا ہے اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس کی تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی

رعایت ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دُعا اسباب نہیں؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاشِ اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ ہے۔ انسان کی ظاہری بناوٹ اس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا ایک قدرتی راہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے۔ پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ: ۳) کے معنے سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔

ہاں! میں کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دُعا کرو۔ میں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ امدادِ باہمی اور کامل راہنما سلسلہ دکھاتا ہوں۔ تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دُنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا اک سلسلہ دُنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت اُن پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (الصف: ۱۵) کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح صدا دیتے ہیں؟ نہیں مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایت اسباب سکھانا چاہتے ہیں۔ جو دُعا کا ایک شعبہ ہے؟ ورنہ اللہ تعالیٰ پر اُن کو کامل ایمان اور اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (المومن: ۵۲) ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد کرسکتا ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ جدید ایڈیشن)

نیز فرمایا ''رعایت اسباب ...... شریعت میں منع نہیں ہے کسی شخص نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دوا کریں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا: کہ ہاں دوا کرو۔ کوئی مرض ایسا نہیں جسکی دوا نہ ہو۔ ہاں یہ بالکل سچی بات ہے کہ کوئی بید یا ڈاکٹر یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اُسکی فلاں دوا ضرور فائدہ کرے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کوئی شخص کیوں مرتا۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کو چاہیئے کہ متقی بن جاویں۔ دوا بھی کریں اور دُعا بھی۔ تنہائی میں بہت بہت دعائیں مانگیں۔ جن لوگوں نے گھمنڈ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہی ذلیل کیا۔ لکھا ہے کہ جالینوس کو اسہال کے بند کرنے کا بڑا دعویٰ تھا۔ خدا کی شان کہ وُہ خود اسی مرض کا شکار ہوا۔ اسی طرح بعض طبیب مدقوق ہو کر اور بعض مسلول ہو کر اس دنیا سے چل دیئے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۶۵)

حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول) کی طبیعت ۳۱ رجولائی ۱۸۹۸ء سے بعارضہ درد شکم علیل تھی۔ تو حضرت اقدسؑ نے آدمی بھیج کر خبر منگوائی اور افاقہ کی خبر سنکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرمایا۔ اور فرمایا:

''مولوی صاحب کا سن اب انحطاط کا ہے اسلئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے گویا پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے لیکن انسان کو یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اسباب کی رعایت نہ رکھے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۷۷)

مَردانِ حق

ہر امتحان سے ہر ابتلا سے گزرے ہیں
ہر ایک وادیٔ کرب و بلا سے گزرے ہیں

جہاں پہنچ کے فرشتے بھی دم نہ مار سکیں
انہیں منازل صبر آزما سے گزرے ہیں

ہر اک ستارۂ روشن پہ ڈال دی ہے کمند
فضائے دہر سے جَوِّ سما سے گذرے ہیں

جہاں تازہ کی بنیاد ڈالنے کے لئے
فرازِ طور سے غارِ حرا سے گزرے ہیں

ہمیشہ پِستے گئے ہاونِ مصیبت میں
جو اہلِ حق تھے مقامِ فنا سے گزرے ہیں

نظر میں رکھی ہیں ہر دم منازل تقویٰ
رہِ صراط پہ فضلِ خدا سے گزرے ہیں

نہ دل میں خوف نہ چہرے پہ گردِ حزن و ملال
کس اطمینان سے دارِ فنا سے گزرے ہیں

وہ جن پہ چل کے ہی ملتی ہے منزلِ عرفان
انہیں مسالکِ بیم و رجا سے گزرے ہیں

رہے ہیں پیش نظر عُسر و یُسر کے منظر
ہمیشہ جادۂ فقر و غنا سے گزرے ہیں

لُبھا سکی نہ کبھی اِن کو جنّتِ دنیا
نظر چرا کے رہِ ماسوا سے گزرے ہیں

سلیم پیش نظر تھی رضائے ربّ کریم
قدم جما کے رہِ اتقاء سے گزرے ہیں

سلیم شاہجہانپوری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی

عہدیداران سے توقعات و نصائح

ہر عہدیدار کو اس خیال سے محنت کرنی چاہئے کہ میری ذمہ داری ہے اور کوئی دن مجھ پر ایسا نہ گزرے کہ میں اس ذمہ داری کے کسی حصے کو ادا نہ کر رہا ہوں۔ اس لگن سے جب عہدیدار کام شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر کام آسان ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک دن کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا پھر دوسرے دن کا بوجھ ہلکا ہوگا پھر تیسرے دن کا بوجھ ہلکا ہوگا اور رات کو جب تہجد کے لئے اٹھے گا تو یہ دعا کرے گا کہ اے خدا! ہم نے تیرے لئے بوجھ اٹھائے ہیں۔ ہم پر جو تو بوجھ ڈالتا ہے ایسے بوجھ نہ ہوں جن کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اس مضمون کو، دل سے دعا کرنے کے نتیجے میں انسان سمجھ سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں سمجھ سکتا۔ وہ شخص جس نے دن بھر محنت کی ہو اور پھر رات کو یہ دعا کرتا ہے اس پر اس دعا کا حقیقی مضمون روشن ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھ رہا ہوتا کہ خدا مجھ پر ایسی ذمہ داری ڈال دے گا جس کی مجھ میں طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ اس رنگ میں اس دعا کا مفہوم سمجھا ہے کہ اے خدا میرے بوجھ تو نے ہلکے کرنے ہیں۔ مجھ میں تو کوئی طاقت نہیں ہے۔ جو تو نے بوجھ ڈالا ہے اس کی طاقت بھی عطا کر، یہ مراد ہے اس دعا سے۔

یہ مطلب نہیں ہے کہ جو میں کام نہیں کرتا وہ میرے سر سے ٹالتا چلا جا۔ اگر یہ مطلب ہو تو ہر انسان دنیا کا سب سے نکما انسان بن کر مرے گا کیونکہ انسان کو عادت ہے کام ٹالنے کی۔ مراد یہ ہے کہ اے خدا میں نے کر کے دیکھا ہے، میں نے جان ماری ہے اور میں جانتا ہوں کہ مجھ میں طاقت نہیں ہے پس تو طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنے والا نہیں ہے، میری طاقت بڑھا، یہ اس دعا کا مفہوم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پھر طاقت بڑھاتا چلا جاتا ہے اور میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ کبھی بھی یہ دعا نامقبول نہیں ہوتی، رد نہیں کی جاتی۔ اگر اس کے مضمون کا حق ادا کرتے ہوئے، اس کو سمجھتے ہوئے آپ یہ دعا کرتے ہیں خدا ضرور سنتا ہے اور ضرور آپ کو طاقت عطا فرماتا ہے، آپ کو مددگار مہیا کرتا ہے، دنیا کے حالات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے، آپ کی وہ دلی خواہشات جو اس کی خاطر دل میں پیدا ہوئی ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش فرماتا ہے۔

پس ایک عہدیدار جب اپنی امانت کا حق ادا کرنا چاہے تو یہ دو ہی رستے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی امانت کو سمجھے کہ ہے کیا۔ اس کا احاطہ کرے اس کی تفاصیل کا اس کو علم ہونا چاہئے اور پھر وہ ہر اس چیز پر ہاتھ ڈالے جس کی اس میں طاقت ہے خواہ تدریجاً ڈالے، مگر چھوڑے نہ رکھے۔ ایک پہلو بھی اس کی امانت کا ایسا نہ ہو جسے وہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ ایک دم نہیں اٹھتی تو رفتہ رفتہ اٹھائے لیکن اٹھائے ضرور اور جب کوئی امانت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے، اس کا بوجھ محسوس ہوتا ہو، اس وقت دعا کرے کیونکہ بغیر بوجھ محسوس کئے جو دعا کی جاتی ہے کہ اے خدا ہمارے بوجھ ٹال دے، ہمیں طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ دے یونہی فرضی اور خیالی باتیں ہیں۔ اس دعا کا حقیقت سے اور خدا کی قبولیت سے کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا۔ جب بھوکا روٹی مانگتا ہے اس کی آواز اور ہوتی ہے اور بغیر بھوک کے آپ روٹی طلب کریں اس آواز میں فرق ہوگا زمین و

آسمان کا فرق ہے۔ تبھی خدا تعالیٰ نے دعا کے ساتھ مضطر کی شرط لگا دی ہے کہ جب میں مضطر کی آواز سنتا ہوں تو اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ تو ایک عہدیدار کا اضطرار یہ ہے کہ وہ کام پر ہاتھ ڈالے، اس کا بوجھ محسوس کرے، جانتا ہو کہ اکیلا اس سے یہ کام ہونا نہیں ہے اور کوشش ضرور کرے تب وہ خدا کے حضور عاجزانہ گرے اور کہے اے خدا! تو طاقت عطا فرماتا چلا جا۔ جب اس طرح محسوس کر کے دعا کی جائے گی۔ تو وہ غیب سے ایسے ہاتھ کو دیکھے گا جو غیب کا ہاتھ نہیں رہے گا بلکہ ظاہر ہو گا اور اس کے بوجھ اٹھائے گا اور اس کے بوجھوں کو ہلکا کر دے گا اور وہ اپنے کاموں کو پہلے سے زیادہ بڑھ کر روانی اور عمدگی کے ساتھ سلاست کے ساتھ ادا کرنے کی اہلیت اختیار کرتا چلا جائے گا۔

ابھی اس کی اور بھی مثالیں دینے والی ہیں اور بھی بعض عہدے ہیں جن کے متعلق میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تو انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں اب اس مضمون کو جاری رکھوں گا۔ اس عرصے میں جس حد تک آواز عہدیداروں تک پہنچی ہے جو اس کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں وہ ابھی سے اس کی طرف توجہ شروع کر دیں تا کہ مجھے یہاں بیٹھے دکھائی دینے لگے کہ خدا کے فضل سے کاموں کے انداز میں پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے دائرہ میں اپنے پیارے آقا کے ارشاد پر اپنے فضل سے پوری محنت اور تندہی سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (قائد مال)

ساربانِ ناقہ ہستی نے پھر چھیڑا سُرود
کارواں کے دِل میں منزل آگہی پیدا ہوئی

ساکت و بے حِس جہاں کی پھر ہلی نبضِ حیات
سینہ گیتی میں رُوحِ زندگی پیدا ہُوئی

جنبشِ مِضرابِ نَو سے زِیرو بَم بدلے گئے
اِنقلابی ساز میں پھر نغمگی پیدا ہُوئی

وُہ جبینِ اِبنِ آدم پھر ہوئی محوِ سجود
کوکبِ تقدیر میں تابندگی پیدا ہُوئی

عَبدالسّلام اِسلاؔم

مجلس انصار اللہ پاکستان کی دوسری سالانہ علمی ریلی

منعقدہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

افتتاحی تقریب: دوسری سالانہ علمی ریلی کا افتتاح بتاریخ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک ۴ بجے سہ پہر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے فرمایا۔ افتتاح کے موقع پر ۲۵ اضلاع کی ۷۱ مجالس کے ۱۵۸ انصار تشریف لا چکے تھے جب کہ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

مقابلہ جات: افتتاحی تقریب کے بعد پہلے روز مقابلہ تلاوت قران کریم منعقد ہوا جس میں ۵۸ انصار نے شرکت کی۔ دوسرے روز کے پہلے سیشن میں مقابلہ حفظ قرآن منعقد ہوا جس میں ۱۶ انصار نے شمولیت کی۔ اس کا نصاب پارہ ۳۰ مکمل تھا۔ بعدہٗ مقابلہ نظم منعقد ہوا جس میں ۵۸ انصار نے درثمین، کلام محمود اور کلام طاہر سے مقرر کردہ پُر معارف کلام خوش الحانی سے پیش کیا۔ دوسرے روز کے دوسرے سیشن میں مقابلہ تقریر اردو منعقد ہوا جس میں ۴۲ انصار نے درج ذیل موضوعات پر تقاریر کیں (۱) نماز کی برکات، (۲) تربیت اولاد کے زرّیں اُصول، (۳) حضرت مسیح موعود اور دعوت الی اللہ، (۴) سادگی۔ تقریر اردو فی البدیہہ مقابلہ میں ۳۰ انصار نے حصہ لیا اور یہ علمی ریلی کے پروگرام کا دلچسپ ترین حصہ تھا جو رات ساڑھے سات تا ساڑھے نو بجے دو گھنٹے جاری رہا۔ اس کے بعد مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ تھا جو تحریری امتحان تھا جس میں ۱۰۶ انصار نے شمولیت کی۔ اس امتحان میں حضرت مسیح موعودؑ کی درج ذیل کتب سے پرچہ تیار کیا گیا تھا جو مختصر سوالات کی صورت میں تھا۔ (۱) فتح اسلام (۲) مسیح ہندوستان میں (۳) ضرورۃ الامام (۴) توضیح مرام (۵) شہادت القرآن۔ اس طرح دوسرے روز کا پروگرام ۱۰:۳۰ بجے رات اختتام پذیر ہوا۔ تیسرے روز آخری مقابلہ دینی معلومات بین الاضلاع منعقد ہوا جس میں تین اراکین پر مشتمل ضلعی ٹیم نے شرکت کی اور اس میں ۱۴ اضلاع کی ٹیمیں شامل ہوئیں۔

اختتامی تقریب: اختتامی تقریب سے قبل حاضری کی آخری موصولہ رپورٹ کے مطابق اس ریلی میں ۳۲ اضلاع کی ۱۰۶ مجالس کے ۲۸۰ انصار شامل ہوئے۔

خاکسار ان تمام حاضرین کا اور تمام مہمانان کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ وہ سفر کی تکالیف اٹھا کر اس ریلی میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو حضرت مسیح موعود کی ان دعاؤں کا وارث بنائے جو آپ نے ان دینی اجتماعات اور دینی اغراض کے لئے اکٹھے ہونے والوں کے لئے کیں۔ انتظامیہ علمی ریلی نے مقدور بھر کوشش کی کہ ریلی کے جملہ انتظامات احسن

طریق پر سرانجام پائیں اس علمی ریلی کی اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید (سابق صدر مجلس انصار اللہ پاکستان) تھے جن سے یہ درخواست کی گئی کہ اس علمی ریلی میں اعزاز پانے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائیں۔

فہرست انعامات: مقابلہ تلاوت قرآن کریم: (اول) مکرم حافظ برہان محمد خاں صاحب ربوہ (دوم) مکرم صوفی سلطان محمد صاحب ربوہ (سوم) مکرم حافظ عارف اللہ صاحب ربوہ (حوصلہ افزائی) مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال ضلع سیالکوٹ۔

مقابلہ حفظ قرآن: (اول) مکرم ملک طاہر احمد صاحب محمود آباد کراچی (دوم) مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال سیالکوٹ (سوم) مکرم محمد اسحاق صاحب ڈرگ روڈ کراچی (حوصلہ افزائی) مکرم حافظ امیر حسین صاحب راولپنڈی۔

مقابلہ نظم: (اول) مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال سیالکوٹ (دوم) مکرم غلام سرور طاہر صاحب ربوہ (سوم) مکرم محمد اسلم صابر صاحب ربوہ (حوصلہ افزائی) مکرم حمید احمد شاھد صاحب کراچی۔

مقابلہ تقریر: (اول) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی (دوم) مکرم محمد شاہد قریشی صاحب ناظم آباد کراچی (سوم) مکرم شیخ مامون احمد صاحب بیت الاحد لاہور (حوصلہ افزائی) مکرم عبدالکریم خالد صاحب بیت التوحید لاہور

مقابلہ تقریر (فی البدیہہ): (اول) مکرم شیخ مامون احمد صاحب بیت الاحد لاہور (دوم) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی (سوم) مکرم عبدالحلیم احمد صاحب ربوہ (حوصلہ افزائی) مکرم میاں اللہ بخش صاحب کولوتارڑ حافظ آباد۔

مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود: (اول) مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب دارالذکر فیصل آباد (دوم) مکرم محمد شاہد قریشی صاحب ناظم آباد کراچی (سوم) مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب ایڈووکیٹ جھنگ صدر (چہارم) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی (پنجم) مکرم مبارک احمد شاہد صاحب جوہر ٹاؤن لاہور۔

دینی معلومات بین الاضلاعی: (اول) ربوہ۔ مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب، مکرم محمد احمد ضیاء صاحب، مکرم عمر حیات صاحب (دوم) کراچی۔ مکرم ڈاکٹر عبدالہادی صاحب، مکرم زبیر احمد خاں صاحب، مکرم عبدالحمید ارشد صاحب (سوم) فیصل آباد۔ مکرم چوہدری محمد اشرف کاہلوں صاحب، مکرم حمید احمد صاحب، مکرم محمد ادریس صاحب

انعامات حُسن کارکردگی: (بہترین ناصر) مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال ضلع سیالکوٹ (بہترین زعامت علیا) ربوہ مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب (بہترین ضلع) کراچی مکرم شیخ طاہر احمد صاحب ضلع کراچی۔ (قائد تعلیم)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مجلس انصاراللہ کراچی کے شعبہ ایثار کی کارکردگی

رپورٹ: مکرم عبدالرشید سماٹری صاحب نائب ناظم انصاراللہ کراچی

مورخہ ۱۳ فروری ۲۰۰۳ء کو مجلس انصاراللہ کراچی کے شعبہ ایثار نے عیدالاضحیہ کے موقعہ پر سندھ کے دیہات میں رابطہ کیا اور غرباء کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوئے۔

اس موقعہ پر غرباء کے ساتھ رابطہ میں قربانی کے گوشت کی تقسیم کی۔ چنانچہ مقامات گھاروشہر، ہالیجی کے گردونواح کے چھ دیہات اور ٹھٹھہ ضلع کے چھ دیہات حاجی گوٹھ، جمعہ گوٹھ، رمضان گوٹھ، عارب گوٹھ، صدیق گوٹھ، دریا خاں گوٹھ کے غرباء اور ناداروں میں گوشت تقسیم کیا گیا۔ ساڑھے چار من گوشت کے علاوہ پائے اور سری بھی غرباء کو دیئے گئے۔ یہ گوشت ۸۷ اغریب گھرانوں میں تقسیم کروایا گیا اور مذکورہ مقامات میں ایسا کوئی گھر نہیں رہا جس کو گوشت نہ دیا گیا ہو۔

مندرجہ ذیل افراد وفد میں شامل تھے جنہوں نے عملی کام میں بھرپور حصہ لے کر خدمات سرانجام دیں۔ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ گلشن جامی امیر وفد، مکرم عبدالحمید صاحب صدر جماعت احمدیہ گھارو، مکرم جمال دین صاحب، مکرم منصور احمد گوندل صاحب اور دیگر دو خدام۔

اس کے علاوہ مکرم محترم مودود احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی اور مکرم نعیم احمد خان صاحب مکرم چوہدری منیر احمد صاحب اور مکرم قریشی محمود احمد صاحب ناظم انصاراللہ کراچی کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔

مجلس انصاراللہ عزیز آباد کراچی کا ریفریشر کورس

مورخہ ۱۴ فروری ۲۰۰۳ء کو مجلس انصاراللہ عزیز آباد کراچی کا ایک روزہ ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور انصاراللہ کے عہد سے ہوا۔ جس کے بعد خاکسار نے تعارفی تقریر کے ساتھ پروگرام کا مختصر خاکہ پیش کیا جس کے بعد جملہ عہدیداران کو اس کورس سے افادیت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ اس کے بعد مکرم عبدالرشید سماٹری صاحب نائب ناظم انصاراللہ کراچی نے تعلیم القرآن، اصلاح وارشاد، تربیت و ایثار کے شعبوں سے متعلق تمام مطالبات سے آگاہ کیا اور کام کے طریقہ کار کی تفصیلات بتائیں۔ مکرم بشیرالدین عباسی صاحب نائب ناظم مجلس انصاراللہ کراچی نے شعبہ تجنید، مال، وقفِ جدید، تحریک جدید اور آڈٹ کے کاموں کی تفصیل اور طریقہ کار سے آگاہ کیا۔ اسی طرح شعبہ اشاعت، تربیت، ذہانت وصحت جسمانی اور صف دوم کے بارہ میں پروگرام بتائے گئے۔ منتظم تربیت مکرم زبیر احمد خان صاحب اور منتظم اصلاح وارشاد مکرم محمد انور ناصر صاحب نے مختصراً خطاب کیا اور مکرم مربی صاحب نے نصائح کیں۔ پروگرام کے اختتام پر نماز ظہر ادا کی گئی اور یہ تقریب بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: مکرم ڈاکٹر شیخ شریف احمد صاحب زعیم اعلیٰ)

بقیہ از صفحہ ۱۲:-

یہودی اور عیسائی قوم سے حُسنِ سلوک: مشرکین وکفار مکہ کے علاوہ یہودی اور عیسائی قومیں بھی دین حق کے مخالف تھے اور ان کا انتقامی رنگ قریش کی مانند ہی تھا- یہودِ مدینہ نے سازشوں میں بھر پور حصہ لیا- مگر جب ان کو سزا دینے کی نوبت آئی تو بھی یہودی قوانین کے مطابق ان کو اپنی تجویز کردہ سزا دی گئی- خیبر کے موقع پر سلام بن مشکم کی بیوی زینب اور سردار مرحب کی بھاوجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایک ران بھون کر) کھانے کے لئے بھجوائی جو زہر آلودہ تھی- آنحضرتؐ نے کھانا شروع کیا تو زہر کا اثر محسوس کیا- آپؐ نے یہودیوں کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے سازش کا اقرار کیا مگر آپ نے کوئی سرزنش نہ کی- جب کہ اس زہر کے اثر سے ایک صحابی حضرت بشرؓ بن برار کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے صرف اس یہودی عورت کو قصاص کی سزا دی- (بخاری وفات النبیؐ)

عیسائی قوم کے ساتھ بھی آنحضورؐ کا احسان وشفقت کا سلوک تھا- نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ میں آیا- آپؐ نے ان کی مہمان نوازی کی- جب ان کی عبادت کا وقت آیا اور وہ جانے لگے تو رحمۃ للعالمین نے فراخ دلی سے اجازت دیتے ہوئے فرمایا "مَسْجِدِی ھٰذَا" یہ ہماری مسجد ہے یہاں عبادت کرو- (سیرت النبیؐ شبلی جلد دوم بحوالہ زاد انصار)

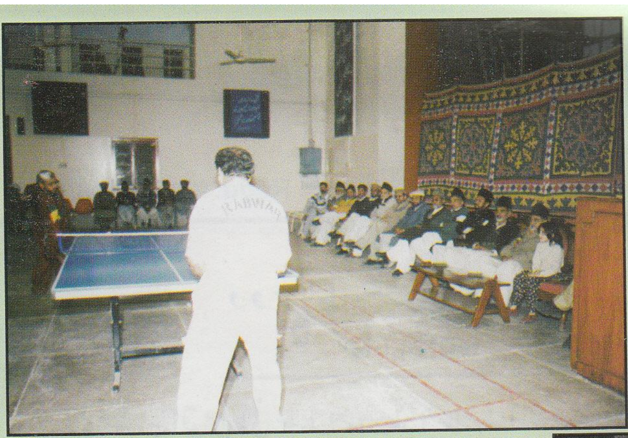
الغرض ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس آسمانی لقب رحمۃ للعالمین سے نوازے گئے اس کے مطابق مخلوق خدا سے احسان، شفقت، محبت اور رحمت کا سلوک انتہاء درجہ پر تھے- صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ-

---

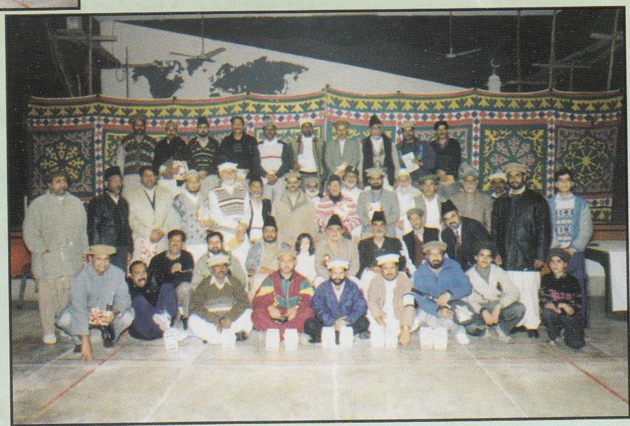
تبصرہ "کاروانِ حیات"

از ابو العارف سید سلم شاہجہانپوری

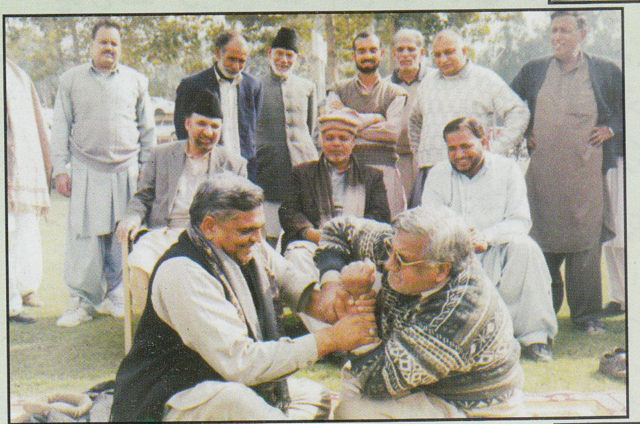
کاروانِ حیات جناب ابو العارف سید سلیم شاہجہانپوری کی سوانح حیات اور سیر وسیاحت پر مبنی کتاب ہے- جہاں انہوں نے اپنے سوانح بیان کئے ہیں وہاں قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے بہت سی معلومات نقل کر دی ہیں- تاکہ جب اس کتاب کے قاری کا ان مقامات پر جانا ہو تو وہ ان سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے- مصنف نے اپنی فطری رجحانات میں کتب بینی، شعر وسخن، جمالیاتی ذوق اور سیر وحیات کا ذکر کیا ہے- بس سمجھ لیجئے کہ یہ کتاب ان کے فطری رجحانات کی عکاسی کر رہی ہے کتب بینی میں شاہجہانپور سے لے کر پاکستان یورپ اور امریکہ کے کتب خانوں کا حال واحوال بیان ہے- ذوقی شعر وسخن میں شعری تنقید اور بحث کے ساتھ حضرت امیر مینائیؒ کی آخری یادگار حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری کے اشعار کا ذکر ہے- جمالیاتی ذوق میں حیوانات، نباتات اور جنگلات کے حسن کو اجاگر کیا گیا ہے- سیر و سیاحت میں اپنے وطن شاہجہانپور سے لے کر لکھنؤ، مراد آباد، نواب شاہ، کراچی، بلوچستان کے شہر، لاہور، لنڈن، امریکہ، ڈزنی لینڈ اور شمالی علاقہ جات کے حسن کا تفصیلی بیان ہے- آخر پر موصوف نے اپنی جماعتی خدمات کا ذکر کر کے کتاب کو ختم کیا ہے- کتاب معلومات کا مجموعہ ہے- ایک صاحب ہمت کی دلچسپ داستان ہے- ضخامت: ۸۶۰ صفحات ملنے کا پتہ: کراچی اور ربوہ کے کتب فروشوں سے بھی مل سکتی ہے-



مجالس انصاراللہ
کے ورزشی مقابلہ جات
کی جھلکیاں



سپورٹس ریلی (۱۶/فروری ۲۰۰۳ء) مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ۔
ٹیبل ٹینس کے ایک مقابلہ میں



مجلس انصاراللہ مقامی کے کھلاڑی اور انتظامیہ
صدر مجلس انصاراللہ پاکستان کے ساتھ

سپورٹس ریلی (۱۶/فروری ۲۰۰۳ء)
دارالذکر فیصل آباد کے دو انصار کلائی پکڑتے ہوئے



سپورٹس ریلی میں بیڈمنٹن کا ایک مقابلہ

Monthly
ANSARULLAH
March 2003
Ph: 04524-212982
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. # : CPL-34/CR02

’’کامل متبعین کے لئے غلبہ کی خوشخبری‘‘

سید نا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام خداوند کریم سے بشارت پا کر فرماتے ہیں :-

’’......خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دُعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو اُن کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں- اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے- اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور رُوح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلقِ شدید سے جنم لیتی ہے- سو مَیں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا- اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدقِ قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا- اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے- اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخلِ سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا- کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے- سو یہ گروہ اس کا ایک خالص ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا- وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے کہ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا- وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی- اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے- اور (دینی) برکات کے لئے بطور نمونہ ٹھیرینگے - وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا- اور ہمیشہ قیامت تک ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی- اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے- وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے- ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے......‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۴ روحانی خزائن جلد ۵)